﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِاللّٰهِ یُؤْتِیهِ مَنْ یَشَاءُ*﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰی اَنْ یَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا*﴾ (بنی إسرائیل: ٨٠)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۱ | جمعہ ۸ جولائی ۱۹۹۴ء | شمارہ ۲۷

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

خدا تعالیٰ سے آنے والا نابود نہیں کیا جاتا انجام کار خدا اس کی سرسبزی دنیا پر ظاہر کر دیتا ہے

”خدا تعالیٰ سے آنے والا نابود نہیں کیا جاتا۔ انجام کار خدا اس کی سرسبزی دنیا پر ظاہر کر دیتا ہے۔ ان لوگوں نے میری توہین کے واسطے جھوٹ سے، تہمت سے، افتراء سے اور طرح طرح کے حیلوں سے کام لیا ہے اور ہماری ترقی کو روکنے کے واسطے، ہم سے لوگوں کو بدظن کرنے کے واسطے سخت سے سخت کوششیں کی ہیں مگر خدا تعالیٰ کی قدرت سے باینہمہ ہماری ترقی ہی ہوتی گئی اور ہو رہی ہے۔ حتیٰ کہ اب چار لاکھ سے بھی زیادہ لوگ مختلف ممالک میں ہماری جماعت کے موجود ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ سمجھ دار لوگ جب سمجھ لیتے ہیں کہ یہی راہ دشمن پر غلبہ پانے کی ہے تو پھر وہ اس پر سچے دل سے قائم ہو جاتے ہیں۔

اب ہمیں بتائیں کہ جن کا یہ مذہب ہے کہ عیسیٰ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا کر مدینہ میں مدفون ہیں۔ بتایئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر کیسا حملہ کیا ہے؟ اور پھر کہتے ہیں کہ وہی اسرائیلی نبی پھر دنیا میں آکر امت محمدیہ کی اصلاح اور تجدید دین کرے گا۔ اب فرمایئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب ایک اسرائیلی نبی آگیا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح خاتم النبیین رہے؟ اس اعتقاد سے تو خاتم النبیین حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوئے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ حاشا و کلا عیسیٰؑ تو خود براہ راست خدا تعالیٰ کے نبی تھے۔ کیا اس کی پہلی شریعت اور نبوت منسوخ ہو جائے گی؟ جب سورہ نور میں ہمیں صاف الفاظ میں وعدہ مل چکا ہے کہ جو آوے گا تم میں سے ہی آوے گا، تمہارے غیر کو قدم رکھنے کی اب گنجائش نہیں اور بخاری میں بھی جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے، ”امامکم منکم“ موجود ہے اور پھر جب ان کی وفات بھی صراحت سے قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے تو کیوں ایسا اعتقاد رکھا جاتا ہے جو کہ سراسر قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک عقیدہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کو معراج کی رات میں وفات شدہ انبیاء کے ساتھ دیکھا۔ اگر وہ زندہ تھے تو ان کے واسطے الگ کوئی مقام تجویز ہونا چاہئے تھا نہ کہ مردوں میں۔ زندہ کو مردہ سے کیا تعلق اور کیا واسطہ؟

غرض خدا تعالیٰ نے قول سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل سے ثابت کر دیا کہ وہ وفات پا چکے۔ اب ”فماذا بعد الحق الا الضلال“ (یونس: ۳۳) مسلمان ہو کر قرآن اور قول الرسولؐ کو قبول نہیں کرتے تو نہ کریں ان کا اختیار ہے۔ میری تکذیب نہیں کرتے بلکہ اس کی جس کی طرف سے میں آیا ہوں اور اس کی جس کا میں غلام ہوں تکذیب کرتے ہیں۔ میں کیا اور میری تکذیب کیا، بلکہ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں۔ بات تو ایک ہی ہے قرآن میں خلیفہ کے آنے کی نص موجود ہے اور احادیث میں قرب قیامت کے وقت آنے والے خلیفہ کا نام مسیح رکھا گیا ہے۔ اب ان میں اختلاف کیا ہے؟

ان الزامات کے سوا دوسرے الزام بھی اسی قسم کے بے حقیقت اور ضد اور تعصب کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان سب کا رد مفصلاً ہم نے اپنی کتابوں میں کر دیا ہے۔ ان لوگوں کے بعض عقائد تو ایسے ہیں جن سے ایک سچے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے۔ مثلاً ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ کوئی بھی مس شیطان سے پاک نہیں بجز عیسیٰ علیہ السلام کے۔ ان کا یہ مسئلہ کیسا قابل شرم ہے۔ ہمارے نبی کریم افضل الرسل، پاکوں کے سردار تو مس شیطان سے (نعوذ باللہ) پاک نہیں اور حضرت عیسیٰ پاک ہیں۔ کیسا افسوس کا مقام ہے۔ خدا جانے مسلمان کہلا کر ان کو کیا ہو گیا۔

دیکھو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے اور خود مسلمان آریوں اور عیسائیوں کے ہم زبان بنے ہوئے ہیں۔ ہمارا اپنا سب سے پیارا نبی جس کی پیروی ہمارا فخر اور ہمارے واسطے باعث عزت اور موجب نجات ہے اگر وفات پا چکے ہیں تو ہم عیسیٰ کو کیا کریں۔

بس یہ باتیں ہیں جن پر ہمیں کافر کہا جاتا ہے۔ دجال کہا جاتا ہے اور اسلام سے خارج کہا جاتا ہے اور ہم سے سلام علیکم کرنے والا، مصافحہ کرنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے ایسا متعدی کفر ہے اور تمام جماعت ایک کافروں کا مجموعہ ہے۔

باقی صفحہ نمبر ۴ پر ملاحظہ فرمائیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القرآن الحکیم

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَهُمْ ﴿۱۲﴾

یہ (اس لئے ہوگا) کہ اللہ مومنوں کا مددگار ہے اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں (سورہ محمد: ۱۲)

مختصرات

اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان اور کرم ہے کہ اس نے جماعت احمدیہ کو ”مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ“ عطا فرمایا ہے۔ اس پر ہم جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔ آج دنیا میں جماعت احمدیہ ہی وہ واحد مسلم مذہبی جماعت ہے جس کا اپنا ایک مستقل ٹیلی ویژن ہے جو اکناف عالم میں حقیقی اسلام کی اشاعت کا فعال ذریعہ ہے اور بڑے ذوق و شوق سے دیکھا جاتا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات جمعہ کے علاوہ ”ملاقات“ کا روزانہ پروگرام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس نہایت مفید پروگرام کی خاص خاص باتیں مختصراً یہاں درج کی جاتی ہیں تاکہ احباب کرام اس اشاریہ کی مدد سے پروگرام کا انتخاب کر سکیں اور اصل پروگراموں کو دیکھ کر بھرپور استفادہ کر سکیں۔

۲۴ جون ۱۹۹۴ء: ۳ جون کو حضور انور نے ہالینڈ میں بوزنین احباب کے ساتھ مجلس سوال و جواب منعقد فرمائی۔ اس مجلس کی دوسری اور آخری قسط پیش کی گئی۔ آج کے حصہ میں ابتداءً دس شرائط بیعت پڑھ کر سنائی گئیں جس کے بعد حضور انور نے وضاحت فرمائی کہ ہمارا اور دیگر غیر احمدی مسلمانوں کا سب سے اہم اور باہمی فرق یہ ہے کہ ہم مانتے ہیں کہ وعدوں کے مطابق جس امام مہدی نے آنا تھا وہ آگیا ہے باقی اس مہدی کے منکر ہیں اور کسی اور مہدی کے منتظر ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ ہم وفات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں جبکہ وہ یہ خیال رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام ابھی تک جسم سمیت آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے ذکر پر حضور انور نے واقعہ صلیب کی تفصیل بیان فرمائی اور نزول مسیح اور حقیقت دجال پر بھی روشنی ڈالی۔ حضور انور نے ساری گفتگو انگریزی میں فرمائی جبکہ اس کا بوزنین زبان میں ترجمہ ایک ماہر مترجم نے ساتھ کے ساتھ پیش کیا۔ مجلس کے آخر میں بیعت کی تقریب منعقد ہوئی۔

۲۵ جون ۱۹۹۴ء: یکم مئی کو محمود ہال لندن میں سیرالیون کے احباب و خواتین کے ساتھ ایک مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی جس میں حضور انور نے شمولیت فرمائی اور سوالات کے جوابات عطا فرمائے۔ آج کے پروگرام ”ملاقات“ میں اس مجلس کی ریکارڈنگ پیش کی گئی ابتداء میں جماعت احمدیہ کا تعارف کرواتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ نے اپنی ساری تاریخ میں کبھی سیاست کو مذہب میں داخل نہیں کیا اور جماعت نے ساری دنیا میں انسانیت کی بلا امتیاز مذہب و ملت بے لوث خدمت کی ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ ایک سوال کے جواب میں حضور نے سیرالیون کے موجودہ حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بغاوت نہیں ہے البتہ مغربی پریس میں اس کو غلط رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے۔ حضور انور نے سیرالیون میں جماعت احمدیہ کی ابتدائی تاریخ، حالیہ ترقیات اور اپنے دورہ سیرالیون کا بھی ذکر فرمایا۔ جماعت کی طرف سے اہل سیرالیون کی جو خدمات کی جا رہی ہیں ان سے بھی حاضرین کو متعارف کروایا۔ بعد ازاں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات بھی دئے۔

(۱) احمدیہ نام کی حقیقت کیا ہے؟
(۲) کیا ہر طبقہ خیال کے لوگ احمدیت میں داخل ہوتے ہیں؟
(۳) کیا عورت حکومت کی سربراہ بن سکتی ہے؟
(۴) کیا عیسائیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو نبی تسلیم کیا جاتا ہے؟
(۵) کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن اللہ ہیں؟
(۶) کیا احمدیت بھی باقی فرقوں کی طرح اسلام کا ایک فرقہ ہے؟
(۷) حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت سے نجات کیسے ہوئی؟

آخری سوال کے جواب میں حضور نے یہ جامع فقرہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی Revival کا نہیں بلکہ Survival کا کیس ہے۔

۲۶ جون ۱۹۹۴ء: آج کے پروگرام ملاقات میں حضور انور کی ایک مجلس سوال و جواب پیش کی گئی جو حالیہ دورہ ہالینڈ کے دوران نن سپٹ میں منعقد ہوئی۔ اس میں حضور انور نے چند عرب مہمانوں سے گفتگو فرمائی اور ان کے سوالات کے جوابات دئے۔ حضور انور نے جماعت احمدیہ کا

باقی صفحہ نمبر ۴ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

خدمت خلق

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خیر الرسل، خاتم الانبیاء حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متبعین کو خیر امۃ قرار دیا ہے اور پھر ساتھ ہی اس عظیم الشان اعزاز کے عطا فرمانے کی وجوہات کا بھی ذکر فرمایا ہے اور ان میں سب سے پہلی بات یہ فرمائی کہ "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" تم اس لئے خیر امت ہو کیونکہ تم تمام بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ تمہارا فیض کسی ایک قوم، ایک طبقہ یا ایک گروہ سے خاص نہیں بلکہ "للناس" یعنی بلا امتیاز مذہب و ملت و رنگ و نسل تمام انسانوں کی خیر اور بھلائی تمہارا اشعار ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں جہاں خدمت خلق کی اہمیت اور اس کی فضیلت پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے وہاں خدمت خلق اور بہبود انسانی کے کاموں کے سلسلہ میں نہایت زریں ہدایات بھی دی گئی ہیں۔ چنانچہ جہاں ایتاء زکوٰۃ و صدقات کا حکم دیا وہاں یہ بھی بتایا کہ صدقات کو کس طرح خرچ کیا جائے، کن لوگوں پر خرچ کیا جائے اور اسی طرح صدقات کی غرض و غایت اور حکمت اور فلسفہ پر بھی روشنی ڈالی اور مختلف پیرایوں میں مومنوں کو بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے اپنے اموال اور اپنی تمام طاقتیں خرچ کرنے کی ترغیب و تحریص بھی دلائی اور اس کے ساتھ ان خطرات کی نشاندہی بھی فرما دی جو آپ کے صدقات و خیرات کو ضائع کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں۔ مثلاً فرمایا کہ صدقات کے لئے اچھی چیزیں چنا کرو۔ ایسی چیزیں صدقہ میں نہ دیا کرو جو ردی اور ناکارہ ہوں اور ایسے طریق پر صدقات نہ دو کہ جس سے صدقہ لینے والے کی عزت نفس مجروح ہو۔ صدقات تم اعلانیہ بھی دے سکتے ہو اور چھپا کر بھی لیکن اگر چھپا کر دو تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ دکھاوے کے لئے اور اس غرض سے دوسروں پر خرچ نہ کیا کرو کہ تمہاری واہ واہ ہو اور لوگ تمہارے ممنون احسان ہوں اور تمہاری مالی قربانی کے چرچے لوگوں میں مشہور ہوں۔ تمہیں چاہئے کہ خدا کی خاطر، اس کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے اس کی مخلوق سے ہمدردی سے پیش آؤ۔ لوگوں سے کسی قسم کی جزاء یا شکریہ کی تمنا نہ رکھو۔ اگر مخلوق خدا کی خدمت کی توفیق ملے تو پھر احسان جتا کر یا جس کو صدقہ دیا ہے اسے کسی رنگ میں تکلیف پہنچا کر اپنے صدقات کو، اپنی قربانیوں کو باطل نہ کر دیا کرو۔ یہ اور ایسی بہت سی دیگر ہدایات بڑی تفصیل سے قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ آج کل کی دنیا میں انسانی خدمت کے نام پر کئی ادارے موجود ہیں۔ بڑی بڑی حکومتوں کی طرف سے غریب اور پسماندہ ممالک کو Humanitarian Aid کے نام پر مدد دی جاتی ہے لیکن اکثر صورتوں میں یہ امداد کئی قسم کی شرائط سے مخصوص ہوتی ہے اور عملاً ان غریب ممالک کو امداد کے نام پر کئی قسم کے غلامی کے بندھنوں میں باندھ لیا جاتا ہے اور ایسے پسماندہ ممالک جہاں ان کی بڑی طاقتوں کے اپنے مفادات وابستہ نہ ہوں انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم ایسے طرز عمل کو ناپسند فرماتا ہے۔

جماعت احمدیہ مسلمہ عالمگیر خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ قرآن و سنت میں مذکور تمام ارشادات و ہدایات کی روشنی میں بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے کوشاں ہے۔ نہ صرف یہ کہ احباب جماعت انفرادی طور پر اور مقامی سطح پر اپنی اپنی جماعت یا ملک میں خدمت خلق کے کاموں میں حصہ لیتے ہیں بلکہ جب بھی خلیفہ وقت کی طرف سے عالمی سطح پر کسی بھی کار خیر کے لئے کوئی تحریک ہوتی ہے تو افراد جماعت کیا مرد اور کیا عورتیں، کیا بڑے اور کیا چھوٹے بڑی ہمت کے ساتھ اور جذبہ و جوش کے ساتھ بڑھ چڑھ کر اپنے اموال اور اپنے اوقات، اپنی زندگیاں اس تحریک میں پیش کرتے ہیں۔ السلواڈور کے مصیبت زدگان ہوں یا بنگلہ دیش کے سیلاب زدگان یا صومالیہ کے قحط زدگان۔ نصرت جہاں سکیم ہو یا افریقہ بھارت فنڈ یا بوزنیا کے مظلومین کی امداد کی تحریک ہو۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے خدمت خلق کے ہر میدان میں جماعت احمدیہ کی قربانیاں بے مثل و بے نظیر ہیں۔ ظاہری لحاظ سے دنیا کی نظر میں اگرچہ یہ بہت معمولی قربانیاں ہیں لیکن چونکہ یہ خالصتاً اللہ کی خاطر سچے دل اور خلوص نیت کے ساتھ دی جانے والی قربانیاں ہیں اس لئے یہ بہت عظمت رکھتی ہیں اور خدا تعالیٰ ان میں بہت برکت ڈالتا ہے۔ اس وقت خصوصیت کے ساتھ بوزنیا کے مظلومین بہت زیادہ توجہ اور پیار اور امداد کے محتاج ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"اس وقت جو خصوصیت کے ساتھ نصرت کے محتاج ہیں۔ فی سبیل اللہ جن کی خدمت کرنا آج جماعت جرمنی پر اور یورپ پر خصوصیت سے فرض ہے وہ اپنے بوزنین بھائیوں کی خدمت ہے۔ یہ محض للہ ستائے گئے ہیں ان کا اور کوئی قصور نہیں تھا سوائے اس کے کہ یہ اسلام سے وابستہ تھے اور جن طاقتوں نے بھی یہ فیصلہ کیا بہت بڑا ظلم کیا کہ یورپ کے دل میں یہ ہم ایک اسلامی حکومت نہیں بننے دیں گے۔ اگرچہ ان کو خود اسلام کا علم نہیں تھا مگر مارے اسلام کے نام پر گئے ہیں۔ کاٹے اسی لئے گئے ہیں کہ انہوں نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دامن کو تھاما ہوا تھا اور کسی قیمت پر اس سے علیحدہ ہونے پر آمادہ نہیں تھے۔ پس یہ انصار ہیں آج جن کے ساتھ آپ کو سب سے زیادہ محبت کا سلوک کرنا چاہئے۔ اگر ایسا کریں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم آپ کو خوش خبری دیتے ہیں کہ اللہ آپ سے محبت کرنے لگے گا۔ خدا کرے کہ آپ بنی نوع انسان سے اللہ کی خاطر محبت کریں اور اللہ، بنی نوع انسان کی خاطر آپ سے محبت کرنے لگے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو"۔

احادیث النبی ﷺ

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ السَّخِيُّ قَرِیبٌ مِّنَ اللّٰهِ قَرِیبٌ مِّنَ الجَنَّةِ قَرِیبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِیدٌ مِّنَ النَّارِ. وَالبَخِیلُ بَعِیدٌ مِّنَ اللّٰهِ بَعِیدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِیدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیبٌ مِّنَ النَّارِ. وَلجاهِلُ سَخِيٌّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِیلٍ. (رَوَاه التِّرمِذِيُّ)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخی شخص اللہ کے قریب ہے، لوگوں کے قریب ہے اور دوزخ سے دور ہے اور بخیل اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے اور آگ کے قریب ہے۔ جاہل سخی اللہ تعالیٰ کو بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔

ربوہ ہے وہ چٹان جو ٹکرایا مٹ گیا

معاندین احمدیت کی طرف سے جب بھی احمدیت پر تحریر و تقریر کے ذریعہ کوئی اعتراض کیا گیا سلسلہ احمدیہ کے جید علماء کی طرف سے ہمیشہ انکا مدلل و مسکت جواب دیا گیا۔ بعض دفعہ معاند شعراء نے جماعت احمدیہ کے خلاف اپنے بغض و نفرت کا اظہار نظموں کی صورت میں کیا تو جماعت کے شعراء نے نظم میں ہی اس کا جواب دیا۔ ذیل میں ہم ایسی ہی ایک نظم پیش کر رہے ہیں جو ایک معاند احمدیت آغا شورش کاشمیری کی ایک نظم (مطبوعہ چٹان ۲۳ جولائی ۱۹۷۳ء) کے جواب میں لکھی گئی جس میں اس نے کہا تھا کہ:۔

ربوہ مٹے گا قہر الٰہی سے بالضرور
تاخیر ہوگئی ہے خدا کے عذاب میں

محترم مولانا ظفر محمد صاحب ظفر کی یہ نظم اسکی باطل توقعات کے جواب میں ہے۔ (مدیر)

آغا ہے آج جانئے کیوں پیچ و تاب میں
دل اس کا بےقرار ہے جاں اضطراب میں
کوئی یہ اس سے پوچھے کہ اے بےادب بتا
گستاخیاں یہ کیسی ہیں ربوہ کے باب میں
یہ کیا کہا کہ ربوہ بھی غرق ہوگا بالضرور
شاید تو بک رہا ہے خمار شراب میں
ربوہ تو وہ مقام ہے جس کا کہ ذکر ہے
اے بےخبر حدیث ☆ رسالت مآب میں
سارے جہاں کا ملجاء و ماویٰ یہی تو ہے
قومیں امان پاتی ہیں اس کی جناب میں
ربوہ ہے وہ چٹان جو ٹکرایا مٹ گیا
اے بےبساط تو ہے بھلا کس حساب میں
ربوہ ہی آج کشتی طوفان نوح ہے
آ جلد ہو سوار نہ ہو غرق آب میں
ربوہ کے پاؤں چوم کے جاتا ہے یوں گذر
پاس ادب ہے گویا کہ آب چناب میں
نادان تیرے دل میں تعصب کی آگ ہے
تو جل رہا ہے بغض و حسد کے عذاب میں
اللہ تجھ کو چشم بصیرت عطا کرے
ہے یہ دعا ظفر کی خدا کی جناب میں

☆ حرز عبادی الی الطور۔ میرے بندوں کو پہاڑی پر بچا کے لے جا۔

(تیسری قسط)

قرآن مجید پر معاند اسلام پادری وہیری کے اعتراضات اور ان کے جوابات

(سید میر محمود احمد ناصر)

پادری وہیری کے اس اعتراض کہ قرآن مجید (نعوذ باللہ) اپنے افتراء پر گواہی مہیا کرتا ہے۔ کے رد میں قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے کے متعدد دلائل میں سے نمونۃً چند دلائل پیش کرنے کے بعد ہم اس سلسلہ میں پادری وہیری کے ظالمانہ طرز عمل کے نتیجہ میں اس بات پر بھی مجبور ہیں کہ ان صحائف کا جائزہ لیا جائے جن کو پادری وہیری مقدس صحائف سمجھتے ہیں۔

اس پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل آٹھ پہلوؤں سے ان صحائف کا جائزہ لیا جائے گا۔

اول: نئے عہد نامہ کے الہامی کتاب ہونے کے بارہ میں مسیحی دنیا میں کیا دو عقیدے رہے ہیں اور ان کی Implications کیا ہیں۔

دوم: کیا نیا عہد نامہ شروع زمانہ سے کتاب مقدس کہلاتا ہے یا یہ ایک لمبے انسانی خیالات و بحث و آراء کا نتیجہ ہے اور وہ کیا محرکات تھے جن کے نتیجہ میں نیا عہد نامہ کتاب مقدس قرار پایا۔

سوم: کیا نئے عہد نامہ کا اصل زبان میں کوئی مسلمہ نسخہ موجود ہے یا مختلف صدیوں میں لکھے ہوئے مختلف طرز کے مخطوطات کی شکل میں ہے جن میں باہمی تین لاکھ اختلافات ہیں اور چھاپہ خانہ کی ایجاد کے بعد ان مخطوطات سے اپنی رائے کے مطابق نیا عہد نامہ مرتب کیا جاتا ہے۔

چہارم: کیا نئے عہد نامہ کی کتب جن مصنفین کی طرف منسوب ہیں انہوں نے لکھی ہیں یا ان کے بعد ان کے نام پر لکھی گئی ہیں۔

پنجم: کیا نئے عہد نامہ کی کتب بالخصوص چار اناجیل بنیادی امور میں تضادات پر مشتمل ہیں۔

ششم: کیا نئے عہد نامہ کی کتب میں قدیم کتب کی عبارتوں کو مروڑ تروڑ کر پیش گوئی بنا کر پھر ان فرضی پیش گوئیوں کو حضرت مسیح ناصری پر چسپاں کیا گیا ہے؟

ہفتم: کیا نئے عہد نامہ کی اخلاقی تعلیم جس پر بہت کچھ ناز کیا جاتا ہے Original ہے یا سرقہ ہے؟

ہشتم: کیا نئے عہد نامہ کی پیش گوئیاں سچی نکلیں یا بعض قطعی طور پر جھوٹی نکلیں۔

نئے عہد نامہ کے الہامی کتاب ہونے کے بارہ میں دو نظریات

اول:-

نئے عہد نامہ کے خدا کا کلام ہونے اور الہامی کتاب ہونے کے بارہ میں مسیحیوں میں دو نظریات یا دو طرح کے عقیدے پائے جاتے ہیں۔ شروع کی چند صدیاں چھوڑ کر قریباً ہزار ڈیڑھ ہزار سال تک مسیحیوں میں یہ عقیدہ راسخ رہا کہ نئے عہد نامہ کا ہر ہر لفظ اور ہر ہر نقطہ اور شوشہ الہامی ہے، خدا کا کلام ہے اور یہ عقیدہ صرف رومن کیتھولک چرچ کا نہیں بلکہ پراٹسٹنٹ جب رومن کیتھولک چرچ سے الگ ہوئے تو اس وقت انہوں نے اس عقیدہ پر اور بھی زور دیا کیونکہ چرچ کی دوسری بنیاد یعنی پوپ کے مقام کو وہ چھوڑ چکے تھے۔

بہر حال قریباً ہزار برس تک مسیحی دنیا کا سرکاری عقیدہ یہ رہا کہ نئے عہد نامہ کا لفظ لفظ اور حرف حرف اور ہر نقطہ و شوشہ الہامی ہے۔ اگر ماضی میں کسی کو نئے عہد نامہ میں کسی غلطی کا احساس ہوتا تو کہہ دیا جاتا کہ یہ غلطی بھی کسی حکمت سے الہام الٰہی کا نتیجہ ہے۔

یہ عقیدہ اتنا غلط اور اتنا نامعقول ہے کہ اب موجودہ زمانہ میں عالم عیسائیت کا بھاری حصہ اس عقیدہ کو الوداع کہہ چکا ہے اور نئے عہد نامہ کا سرسری مطالعہ ہی اس عقیدہ کی تغلیط کے لئے کافی ہے۔ نئے عہد نامہ کا سرسری مطالعہ ہی نہ صرف اس حقیقت کو سامنے لاتا ہے کہ اس میں کہیں بھی الٰہی کلام ہونے کا دعویٰ نہیں کیا گیا بلکہ واضح طور پر اس کے انسانی مصنفین اس کو اپنا کلام قرار دیتے ہیں اور کہیں بھی اسے خدا کا کلام قرار نہیں دیتے۔ چنانچہ لوقا کی انجیل کے شروع میں ہی لوقا کے مصنف لکھتے ہیں:-

"چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا اس لئے اے معزز تھیوفلس، میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں تا کہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ہے ان کی پختگی تجھے معلوم ہو جائے۔

(لوقا باب ۱ آیت ۱ تا ۴)

ظاہر ہے کہ لوقا کی انجیل انسانی کلام ہے اس کا لکھنے والا شروع سے دیکھنے والا اور کلام کا خادم، نہیں بلکہ ان سے دریافت اور تحقیق کر کے لکھنے والا ہے۔ ایسے اور بھی بہت سے لوگ ہیں جو اس کام میں مصروف ہیں اور لوقا کے مصنف نے کسی الہام سے یہ کتاب نہیں لکھی۔

پولوس اپنے خط ۲ کرنتھیوں ۱۱/۱۷ میں کہتا ہے:-

"میں جو کہتا ہوں وہ خداوند کے طور پر نہیں بلکہ گویا بے وقوفی اور اس جرات سے فخر کرنے میں ہوتی ہے"۔

(۲ کرنتھیوں - ۱۱/۱۷)

MORSONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing
Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Tel: 081 573 6361/7548
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruislip
Road, Greenford
Ladieswear Showrooms:
34 The Broadway, Ruislip
Road, Greenford
**Children and Ladieswear
Showrooms:**
51 High Street, Wealdstone

اس فقرہ میں پولوس تو اس بات سے انکار کر رہا ہے کہ اس کے بیان کو حضرت مسیح کے بیان کا مقام بھی حاصل نہیں چہ جائیکہ اسے خدا کا کلام قرار دیا جا سکے۔ New English Bible نے ترجمان "خداوند" سے مسیح بھی مراد نہیں لیا بلکہ یوں ترجمہ کیا ہے۔

New English Bible

"I am not speaking here as a Christian, but like a fool, if it comes to bragging."

یہاں پولوس اپنی عیسائیت سے بھی منکر ہے۔
پھر اسی باب کی آیات ۲۲ اور ۲۳ کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے۔

"But if there is to be bravado (and here I speak as a fool) I can indulge in too. Are they Hebrews? So am I Israelites? So am I Abraham's descendants? So am I. Are they servants of Christ? I am mad to speak like this, but I can out-do them. More overworked than they scourged more severely, more often imprisoned, many times face to face with death."

کیا کوئی سلیم العقل انسان ان الفاظ کو خدا کا کلام کہہ سکتا ہے؟

ایک اور موقعہ پر پولوس لکھتا ہے:-

"On the question of celibacy I have no instructions from the Lord but I give my judgement as one who by God's mercy is fit to be trusted.

It is my opinion, then, that in time of stress like the present this the best way for a man to live - it is best for a man to be as he is. (The New English Bible I Corinthians 7:25,26)

○ - نئے عہد نامہ کے الہامی کلام ہونے کے بارہ میں بعض دفعہ یوحنا عارف کے مکاشفہ کا یہ حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

"میں ہر ایک آدمی کے آگے جو اس کتاب کی نبوت کی باتیں سنتا ہے گواہی دیتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی ان میں کچھ بڑھائے تو خدا اس کتاب میں لکھی ہوئی آفتیں اس پر نازل کرے گا اور اگر کوئی اس نبوت کی کتاب کی باتوں میں سے کچھ نکال ڈالے تو خدا اس زندگی کے درخت اور مقدس شہر میں سے جن کا اس کتاب میں ذکر ہے اس کا حصہ نکال ڈالے گا۔

(مکاشفہ ۲۲ . ۱۸، ۱۹)

اس حوالہ سے یہ استنباط کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ گویا تمام نیا عہد نامہ الہام اور خدا کا کلام ہے۔ اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ اس عبارت میں اس کتاب کو خدا کا کلام قرار دیا گیا ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس عبارت میں صرف یوحنا عارف کے مکاشفہ کو الہامی کتاب قرار دیا گیا ہے۔ مگر متی کی انجیل اور لوقا کی انجیل اور مرقس کی انجیل اور پولوس اور دیگر لوگوں کے خطوط کا اس حوالہ سے کوئی تعلق نہیں [illegible] عبارت کے لکھنے والے کو ان کتابوں کا [illegible] کوئی علم ہی تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس حوالہ میں خود مکاشفہ کے تمام تر الہامی ہونے کا بھی کوئی ذکر نہیں۔

چونکہ مکاشفہ کی کتاب میں متعدد کشوف درج کئے گئے ہیں جو آئندہ ہونے والے واقعات کے لئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے لئے پیش گوئیوں کے طور پر ہیں اس لئے اس کتاب کے لکھنے والے نے آخر میں ایک تنبیہی نوٹ لکھا ہے کہ اس کتاب کی نبوت یعنی پیش گوئی کی باتوں میں کوئی تبدیلی جائز نہیں اور ایسا کرنے والا مستوجب سزا ہو گا مگر یہاں یہ بیان ہرگز نہیں کہ خود مکاشفہ کی ساری کتاب شروع سے لے کر آخر تک الہامی ہے اور خدا کا کلام ہے۔ اس عبارت سے استنباط کرنے والے اگر اس عبارت سے پہلے کی عبارت ہی پڑھ لیتے تو یہ استنباط نہ کرتے۔ اسی باب کی آیات ۸ اور ۹ میں لکھا ہے:

"میں وہی یوحنا ہوں جو ان باتوں کو سنتا اور دیکھتا تھا۔ اور جب میں نے سنا اور دیکھا تو جس فرشتہ نے مجھے یہ باتیں دکھائیں میں اس کے پاؤں پر سجدہ کرنے کو گرا۔ اس نے مجھ سے کہا خبردار! ایسا نہ کر۔ میں بھی تیرا اور تیرے بھائی نبیوں اور اس کتاب کی باتوں پر عمل کرنے والوں کا ہم خدمت ہوں. خدا ہی کو سجدہ کر۔

(مکاشفہ ۲۲ . ۸، ۹)

کیا مکاشفہ کی یہ عبارت خدا کا کلام ہو سکتی ہے۔ کیا بدیہی طور پر یہ انسانی مصنف کا کلام نہیں؟ پھر، مکاشفہ ۲۲ . ۱۸، ۱۹ سے اس ساری کتاب کے الہامی ہونے کا استنباط کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

—○ ○—

TO ADVERTISE IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
PLEASE CONTACT
NAEEM USMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285
OR FAX YOUR ADVERT FOR
A QUOTE ON 081 875 0249

نئے عہد نامہ کے الہامی کلام ہونے کے بارہ میں مسیحیوں کا دوسرا نظریہ

قریباً ڈیڑھ ہزار سال تک اس عقیدہ پر قائم رہنے کے بعد کہ نئے عہدہ نامہ کا لفظ لفظ اور سطر سطر الہامی ہے۔ اب دنیا کی غالب اکثریت اس عقیدہ کو خیرباد کہہ چکی ہے۔ کاسر صلیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے قریب دنیا میں جو علمی اور سائنسی تغیرات ہوئے اور تحقیق و تفتیش کی جو رو چلی اس کے نتیجہ میں مسیحیوں کے لئے اس عقیدہ پر قائم رہنا ناممکن ہو گیا کہ نیا عہد نامہ لفظاً و معناً الہامی کتاب ہے۔ چنانچہ مسیحیوں نے اپنی گرتی ہوئی دیوار کو سہارا دینے کے لئے لفظی وحی کی بجائے Inspiration کے نظریہ کی مدد چاہی ہے۔

اس نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ نیا عہد نامہ لفظ لفظ تو الہام نہیں مگر ایسے مصنفین کی تحریرات پر مشتمل ہے جو انسان تھے اور انسانی کمزوریاں اور حد بندیاں رکھتے تھے اور انہوں نے اپنی تحریرات میں انسانی غلطیوں کا ارتکاب بھی کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی القاء کے نتیجہ میں ان کے انسانی قویٰ خدائی تاثیر کے ماتحت اپنے مفوضہ کام میں غلطی سے محفوظ رہے۔ اور ان کی تحریرات میں اصولی طور پر وہی تعلیم ہے جو خدا تعالیٰ نے نازل کی ہے۔ اور اس کی تائید سے انہوں نے تاریخی واقعات بیان کئے ہیں اور نجات کے حصول کے لئے جن عقائد کو ماننا ضروری ہے یا جن اعمال کو اختیار کرنا لازمی ہے وہ درست درست اس کتاب میں درج ہیں۔

اس عقیدہ کے ذریعہ مسیحیوں نے ان بہت سے اعتراضات سے چھٹکارا حاصل کرنے میں تو کامیابی حاصل کر لی ہے جو پہلے نظریہ پر پڑتے تھے مگر اپنے آپ کو بہت سے نئے اعتراضات کا نشانہ بھی بنا لیا ہے۔

پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تبدیلی کس اتھارٹی نے کی ہے اور کون اس بات کا مجاز ہے کہ عقائد میں یہ بنیادی تبدیلی کرے؟ کیا پہلا عقیدہ حضرت مسیحؑ کی تعلیم تھا؟ کیا یہ عقیدہ حضرت مسیحؑ کی تعلیم ہے؟ کیا حضرت مسیحؑ کی تعلیم اس بنیادی عقیدہ میں اس تبدیلی کی اجازت دیتی ہے؟ کیا خود بائبل اس عقیدہ کی تعلیم دیتی ہے؟ یا پہلے عقیدہ کی تعلیم دیتی تھی؟ ایسے امور میں رائے بدلنا تو جائز ہو سکتا ہے جن کا نجات سے تعلق نہ ہو، جن کا کسی مذہب کے بنیادی عقائد و نظریات سے تعلق نہ ہو مگر کیا بنیادی عقائد میں بغیر کسی مجاز منبع کی اجازت کے تبدیلی کی جا سکتی ہے؟

اس سوال پر رومن کیتھولک کہتے ہیں کہ Holy Sea کو یہ اتھارٹی حاصل ہے۔ سوال یہ ہے کہ Holy Sea کو یہ اختیار کہاں سے ملا؟ جواب ملتا ہے کہ اسے یہ اختیار بائبل دیتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ بائبل کا الہامی اور مستند ہونا کس طرح ثابت ہے؟ تو جواب دیا جاتا ہے کہ Holy Sea جو کہتا ہے کہ بائبل مستند اور الہامی کلام ہے۔ گویا زید کا مکان کہاں ہے جی بکر کے گھر کے سامنے اور بکر کا گھر کہاں ہے؟ زید کے گھر کے سامنے۔

اس تبدیل شدہ عقیدہ میں دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ اگرچہ ان تحریرات کے مصنفین انسان تھے۔ انسانی کمزوریوں کے حامل تھے اور یہ انسانی کمزوریاں اور غلطیاں ان کی تحریرات میں بھی راہ پا گئی ہیں مگر جہاں تک ان عقائد اور اعمال کے بارہ میں تعلیم کا تعلق ہے جو نجات کے لئے ضروری ہیں ان تحریرات کے اس حصہ میں غلطی نہیں!

سوال یہ ہے کہ اس بات کا فیصلہ کون کرے گا کہ نئے عہد نامہ کا یہ حصہ غلطی سے پاک ہے اور یہ حصہ غلط ہے۔ اگر ہم نئے عہد نامہ کے ایک فقرہ کو انسانی کلام قرار دیں گے تو ہمارے پاس اس بات کا کیا قطعی ثبوت ہو گا کہ دوسرا فقرہ خدائی تائید اپنے ساتھ لئے ہوئے ہے۔ اور ان مقامات کے بارہ میں جن کو بعض لوگ انسانی کلام اور بعض خدائی تائید یافتہ کلام قرار دیں، فیصلہ کرنے کا اختیار کسے ہو گا؟۔

الغرض یہ نظریہ قرآن مجید کے مقابلہ میں نئے عہد نامہ کے الہامی مقام اور اس کی تاریخی حیثیت کو حد درجہ کمزور کر دیتا ہے۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

بقیہ ارشادات عالیہ از صفحہ ۱

کیسا افسوس آتا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کے دین کی تجدید اور خدمت کرنے کے واسطے ہر وقت کمربستہ ہے۔ اس کو گندی گالیاں نکالتے ہیں۔ برے برے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ میرے صندوق بھرے پڑے ہیں ان کی گندی گالیوں سے۔ بعض اوقات بیرنگ خط محصول ادا کر کے وصول کیا۔ کھول کر دیکھا تو اس میں اول سے آخر تک بے نقط گالیوں کے سوا کچھ ہوتا ہی نہیں اور مولوی کہلا کر چوہڑے چماروں کی طرح گندی اور فحش گالیاں نکالتے ہیں کہ انسان کو پڑھتے ہوئے بھی شرم آ جاتی ہے۔ ابھی کہتے ہیں کہ اسلام کو کسی کی کیا ضرورت ہے جبکہ قرآن موجود ہے اور مولوی موجود ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ ان کے مولوی جوان بھیڑوں کے گلہ بان ہیں خود بھیڑئے ہیں اور وہ ریوڑ کیسے خطرہ میں ہے جس کا کوئی گلہ بان نہ ہو۔ اسلام پر اندرونی اور بیرونی حملے ہو رہے ہیں اور ماریں کھا رہا ہے۔ پس ایسے شخص کی ضرورت تھی کہ مغالطے اور مشکلات دور کر کے پیچیدہ مسائل کو حل کر کے رستہ صاف کرتا اور اسلام کی اصلی روشنی اور سچا نور دوسری قوموں کے سامنے پیش کرتا"۔

(ملفوظات جلد پنجم (طبع جدید) صفحہ ۶۶۸، ۶۷۰)

بقیہ مختصرات از صفحہ ۱

تعارف کرواتے ہوئے ان امور کی نشاندہی فرمائی جو جماعت احمدیہ اور باقی مسلمانوں میں مابہ الامتیاز ہیں۔ اس مجلس میں گفتگو کا موضوع نزول مسیح اور امام مہدی کی آمد تھا۔ اس سلسلہ میں حضور انور نے سورہ جمعہ کی آیات کے حوالہ سے جماعتی مسلک کی وضاحت فرمائی۔ حضور انور نے انگریزی میں گفتگو فرمائی جبکہ اس کا عربی زبان میں رواں ترجمہ ساتھ کے ساتھ پیش کیا گیا۔

۲۷، ۲۸ جون ۱۹۹۴ء۔ ان دو ایام میں ہومیو پیتھی طریق علاج کے سلسلہ میں حضور انور کی منعقدہ دوسری اور تیسری کلاس کی ویڈیو پیش کی گئی تاکہ ناظرین ایک بار پھر ان اسباق سے بھرپور استفادہ کر سکیں۔ حضور انور کے ارشاد کی تعمیل میں بیان کی جانے والی ادویات کے نام ٹی وی سکرین پر لکھے ہوئے بھی ساتھ کے ساتھ دکھائے جاتے رہے۔

۲۹ جون ۱۹۹۴ء۔ آج ۲۹ مارچ کی مجلس کا پروگرام دوبارہ پیش کیا گیا۔ اس مجلس میں حضور انور نے اس اعتراض کا بہت تفصیلی جواب دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیح علیہ السلام کی (نعوذ باللہ) توہین کی ہے۔

۳۰ جون ۱۹۹۴ء۔ آج ۳۰ مارچ ۹۴ء کی مجلس سوال و جواب کا پروگرام دوسری بار دکھایا گیا۔ اس میں ابتداءً حضور انور نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام پر کیا جاتا ہے کہ آسمان سے کئی تخت اترے مگر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔ جواباً حضور انور نے وضاحت فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام تو آقا اور غلام، استاد اور شاگرد کا ہے۔ برابری یا بڑائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مجلس کے آخر میں حضور انور نے اس سوال کا جواب بھی دیا کہ قرآن مجید میں امام مہدی کا ذکر کہاں آیا ہے؟

یکم جولائی ۱۹۹۴ء۔ آج کے پروگرام "ملاقات" میں حضور انور نے غیر مبایعین کے اس اعتراض کا بہت تفصیلی جواب ارشاد فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد ان کی جانشین انجمن ہے نہ کہ خلیفہ۔ حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور خود غیر مبایعین کے اعترافات کے حوالہ سے ثابت کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد نظام خلافت کا نہایت واضح ذکر موجود ہے اور غیر مبایعین بھی اختلاف کرنے سے قبل عملاً اس بات کا اقرار کرتے رہے ہیں۔ غیر مبایعین کو سنانے کے لئے یہ ایک نہایت عمدہ تبلیغی پروگرام ہے۔

(ع۔ م۔ ر)

بقیہ جستہ جستہ از صفحہ ۱۲

ہے۔ میں نے عرض کیا کہ عینک لگاتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ درد شقیقہ ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ سحری کے وقت سے شروع ہو کر زوال کے وقت تک درد کی شدت رہتی ہے۔ زوال سے لے کر شام تک درد کا زور ہلکا پڑ جاتا ہے اور یوں طبیعت کو سکون مل جاتا ہے۔ حضور کا ارشاد سن کر میں نے عرض کیا حضور یہی میرے درد کی کیفیت ہے۔

حضور نے مجھے یہ علاج بتایا کہ سحری کے وقت ایک یا ڈیڑھ پاؤ ہلکا گرم دودھ لے کر اس کے ہمراہ ہاورڈ کونین کی ایک ٹکیہ (وزن ۵ گرین) کھا کر لیٹ جاؤ۔ اور سر پر کپڑا رکھو اور تین دن تک وضو اور غسل نہ کرو۔ تیمم کر کے نماز پڑھو۔ پانی کا استعمال صرف استنجے کے وقت کرنا ہے۔ صبح کو ناشتہ اور دوپہر کو کھانا پانی جو جی چاہے کھاؤ پیو۔ مگر شام کو کچھ نہیں کھانا۔ ہاں رات کو سوتے وقت تازہ دودھ گرم کر کے اس میں نصف پاؤ جلیبی ڈال کر ایک جوش دے کر اتار کر رکھ دو۔ جب ہلکا گرم رہ جائے تو کھا کر سر اور جسم کو اچھی طرح ڈھک کر سو جاؤ۔ یہ خوراک کھانے کے بعد پانی بالکل نہیں پینا۔ یہ عمل تین دن تک جاری رکھیں۔ دوسرے ہی دن درد شقیقہ جاتا رہے گا۔ نیز حضور نے یہ بھی فرمایا کہ "زکام کی بگڑی ہوئی شکل کا نام درد شقیقہ ہے"۔ محترم ظفر صاحب فرمانے لگے کہ صوبیدار صاحب میں نے فوراً ہی اپنا علاج شروع کر دیا۔ اس کے بعد مجھے بالکل آرام آ گیا۔ اور اب آپ بھی یہ نسخہ استعمال کر کے دیکھ لیں۔

لہٰذا میں نے بھی اسی دن سے اپنا علاج شروع کر دیا اس کے بعد آج تک اس تکلیف سے محفوظ ہوں۔ حضور کا مذکورہ نسخہ میں نے بہت سے درد شقیقہ کے مریضوں کو بتایا۔ جس کے استعمال سے بہت سے مریض شفایاب ہوئے۔ الحمدللہ

والدین اور سیکرٹریان وقف نو توجہ فرمائیں!

۱۹۸۷ء میں پیدا ہونے والے واقفین نو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی تاریخ پیدائش کے لحاظ سے سات سال کے ہو رہے ہیں۔ اب انہیں حدیث نبویؐ کے مطابق نماز کی ادائیگی کی طرف پیار سے توجہ دلانا شروع کر دیں۔ (جزاکم اللہ)

(از وکالت وقف نو)

OPEN 7 DAYS A WEEK FOR

PIZZA
PASTA
BURGERS
MILK SHAKES
FRIED CHICKEN

ARNEY'S

164 GARRAT LANE,
LONDON SW18 4DA

SPECIALISTS IN HOME DELIVERY

Kenssy

Fried Chicken

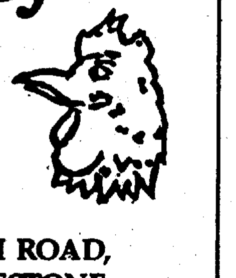

589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB

خطبہ جمعہ

اخلاق کو غیر معمولی اہمیت دیں مگر ان اخلاق کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے حوالے سے حاصل کریں تاکہ آپ کا دین مکمل ہو

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۳ جون ۱۹۹۴ء مطابق ۳ احسان ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام بیت النور (نن سپٹ) ہالینڈ

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له. وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب العٰلمين. الرحمٰن الرحيم. مٰلك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.﴾

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۖ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

(آل عمران : ۱۰۴)

آج کا یہ خطبہ جو میں ہالینڈ سے نن سپٹ کے مقام سے دے رہا ہوں، یہاں ایک خاص تقریب ہے یعنی مجلس خدام الاحمدیہ ہالینڈ کا نواں سالانہ اجتماع شروع ہو رہا ہے اور تین دن تک جاری رہے گا۔ اسی طرح مجلس خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ صوبہ اڑیسہ ہندوستان کا بیسواں سالانہ اجتماع چار جون بروز ہفتہ سے شروع ہو رہا ہے اور دو دن تک جاری رہ کر پانچ جون کو اختتام پذیر ہو گا۔ ان دونوں اجتماعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں جو نصیحتیں کروں گا وہ در حقیقت صرف خدام سے تعلق نہیں رکھتیں یا اطفال سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ تمام دنیا کے مردوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں سب سے یکساں تعلق رکھتی ہیں اور یہ وہی مضمون ہے جو میں اس سے پہلے خطبات میں ایک سلسلے کے طور پر شروع کر چکا ہوں۔ یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے جمیعت کے طور پر تھام لو یعنی ایک ایک کر کے ہی نہیں بلکہ اجتماعی طور پر تھام لو۔

یہ آیت جس کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس مضمون پر روشنی ڈال رہی ہے۔ اس کے ایک حصے پر پہلے میں گفتگو کر چکا ہوں. اب میں خصوصیت سے اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رسی کو تھامنے کا نہیں فرمایا بلکہ "جمیعا" تھامنے کا فرمایا ہے۔ اس سے بہت سے لوگوں کے ان وساوس کا جواب آجاتا ہے کہ ہم جب خود اپنے طور پر اچھے مسلمان ہیں، قرآن کریم پر مضبوطی سے ہاتھ ڈالا ہوا ہے اور تمام اوامر پر عمل کرتے ہیں، تمام نواہی سے رکتے ہیں، جس بات کا اللہ حکم دیتا ہے اسے ادا کرتے ہیں، جس سے رکنے کی ہدایت ہے ہم رک جاتے ہیں تو کیا ضرورت ہے کسی اور اجتماع کی؟ کیا ضرورت ہے کسی جماعت سے تعلق باندھنے کی؟ تو اس کا جواب قرآن کریم کی یہ آیت ایک لفظ میں دے رہی ہے "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا" انفرادی طور پر اس کتاب پر ہاتھ ڈالنا کافی نہیں بلکہ جمیعت کے طور پر اس کتاب پر ہاتھ ڈالنا ہے. ایک جماعت کے طور پر، تاکہ خدا کی وحدانیت کا جلوہ اس دنیا میں بھی ظاہر ہو اور جیسا کہ وہ ایک ہے اسی طرح اس کے ماننے والے بھی تمام تر ایک ہو جائیں۔

یہ جو مضمون ہے اس کو میں نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے حوالے سے بیان کرنا شروع کیا ہے۔ قرآن کریم پر براہ راست عمل تو تبھی ممکن ہے کہ اگر براہ راست انسان قرآن کریم کے علوم پر اطلاع پا سکے قرآن کریم کے اوامر و نواہی سے جیسا کہ حق ہے، جیسا کہ اللہ چاہتا ہے، عمل کرنے یا رک جانے کا تعلق ان کی سچی تفہیم سے ہے اور اگر سچی تفہیم نہ ہو تو انسان کچھ نہیں کر سکتا کہ میں کس چیز سے رکوں اور کیسے رکوں۔ کس پر عمل کروں اور کیسے عمل کروں۔ پھر اس کے علاوہ قرآن کی ایک روح ہے اور وہ براہ راست ہر شخص کو عطا نہیں ہو سکتی وہ روح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی روح میں مدغم ہے اور یہاں ایک ہی چیز کے دو نام بن جاتے ہیں۔ خواہ اس کا نام قرآن رکھیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھیں، در حقیقت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب پوچھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی سیرت بیان فرمائیں تو آپ نے اس چھوٹے سے فقرے میں آپ کی تمام سیرت بیان فرما دی اور اس کی حقیقی روح کی طرف توجہ دلائی فرمایا "کان خلقہ القرآن"۔

"کان خلقہ القرآن" فرمایا، کان خلقہ فی القرآن نہیں۔ اگر یہ فرماتیں کہ "ان خلقہ فی القرآن تو اس کا یہ مطلب تھا کہ قرآن میں تلاش کرو وہاں آپ کا خلق ملتا ہے۔ "کان خلقہ القرآن" آپ تو مجسم قرآن تھے۔ آپ کا تمام خلق قرآن ہے۔ گویا تمام قرآن آپ خود ہیں ان معنوں میں نبی کی ضرورت ہمیشہ باقی رہتی ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نبی سے الگ ہٹ کر قرآن پر کسی طرح بھی مضبوطی سے ہاتھ ڈالا جا سکتا ہے۔

نبی سے تعلق بعض دفعہ فرضی عشق سے بھی کیا جاتا ہے۔ نبی کے نام پر قربانیاں پیش کر کے، نبی کے نام پر بعض دفعہ اپنی جان قربان کر کے، بعض دفعہ ظالمانہ طور پر لوگوں کی جانیں لے کر، لوگ سمجھتے ہیں ہمارا تعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے قائم ہو گیا اور سوائے ان غیرت کے چند لمحات کے جہاں فطرتیں جوش دکھاتی ہیں روزمرہ کی عام زندگی میں وہ تعلق قائم نہیں رہتا۔ پس تعلق قائم کرنے کے لئے کچھ رسے ہیں، کچھ رابطے ہیں۔ ان رابطوں کے ذریعہ تعلق قائم ہوتے ہیں اور باندھے جاتے ہیں۔ جب تک وہ رابطے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے ساتھ قائم نہ ہوں قرآن سے تعلق قائم نہیں ہو سکتا نہ قرآن کا سچا فہم ہو سکتا ہے، نہ قرآن سے سچی محبت ہو سکتی ہے کیونکہ قرآن سے محبت کے لئے خلق محمد مصطفیٰ ہے جو عشق کے شعلے آپ کے دل میں جگاتا ہے اور سارے دل کو نور بنا دیتا ہے۔ اس عشق کے بغیر قرآن کریم کی باتیں کرنا اہل قرآن کے خشک سینوں کی باتیں ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کو قرآن سے الگ کر کے نہ محمدؐ سے محبت ہو سکتی ہے نہ قرآن سے محبت ہو سکتی ہے۔ یہ دونوں ایک چیز ہیں اور ایک دوسرے سے کسی پہلو سے کسی وقت کسی جگہ جدا نہیں ہو سکتے۔ پس عامۃ الناس کے لئے سب سے بہتر اور آسان طریق یہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے محبت نہیں بلکہ آپ کے ہر خلق سے جب محبت ہو تو اسے انسان اپناتا ہے اور اپنا سکتا ہے ورنہ اگر یہ کہا جائے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم جیسے بننے کی کوشش کرو تو کیسے آپ کر سکتے ہیں۔ مگر جب خلق اپنا لیتے ہیں تو از خود ایک تعلق قائم ہو جاتا ہے اور اس طرح ایک رابطہ نہیں، مسلسل رابطے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اگر ایک انسان کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کی عادات ~~کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔~~ اس کے حسن کو اپنی ذات میں داخل کرنے کی اور رائج کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم خلق آدمی ایک دوسرے کے قریب ہو جاتے ہیں۔ جو جھوٹے ہیں وہ جھوٹوں کے قریب ہو جاتے ہیں۔ جو سچے ہیں وہ سچوں کے قریب ہو جاتے ہیں۔ جو بنی نوع انسان سے پیار کرنے والے ہیں وہ از خود بنی نوع انسان سے پیار کرنے والوں کے ساتھ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ جو بعض دوسری خوبیاں رکھتے ہیں اگر آرٹسٹ ہیں تو آرٹسٹ کے ساتھ اکٹھا ہو جائے گا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ پرندے بھی اپنے ہم جنس پرندوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے ساتھ ایک ہونا اور

جمع ہونا کوئی فرضی کہانی نہیں ہے۔ آپ وہ خلق اختیار کریں تو آپ محمد رسول اللہ کے قریب ہوں گے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جواباً آپ سے محبت کرنے لگیں گے۔ یہ محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر منعکس ہوگی کیونکہ روحوں کی محبتیں خدا کے تعلق سے پھر دنیا میں جلوے دکھاتی ہیں اور اس طرح آپ کے تعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے بڑھتے چلے جائیں گے۔ "واعتصموا بحبل اللہ" کی یہ حقیقت ہے۔ اس حقیقت کو بھلا کر آپ کو کچھ پتہ نہیں چلے گا کہ کیسے اس رسی پر مضبوطی سے ہاتھ ڈالا جا سکتا ہے ورنہ کہنے والے تو بہت کہتے ہیں کہ صرف قرآن کو پکڑ لو کسی جمیعت کی ضرورت نہیں ہے۔

اب جب میں جرمنی کا دورہ کر رہا تھا تو بعض سکھائے پڑھائے امام، ان بوزینیز کو جو احمدیت سے بہت محبت کرنے لگے ہیں اور قریب آ رہے ہیں، ان کو اس آیت کے حوالے سے متفرق ہونے کی تعلیم دے رہے تھے۔ کیسی جاہلانہ بات ہے قرآن تو اس ہدایت کے ذریعے منتشر اور متفرق لوگوں کو اکٹھا ایک ہاتھ پر جمع کرتا ہے اور جو دل میں کجی رکھتا ہے وہ اسی آیت کے حوالے سے ان کو پھر دوبارہ منتشر اور متفرق ہو جانے کی ہدایت دے رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ موقع پر اس کا جب موثر جواب دیا گیا تو ان سب کے جنہوں نے جواب سنا چہرے کھلکھلا اٹھے اور ایک بھی ایسا نہیں تھا جو پہلے سوال سے متاثر ہو کر جماعت سے دور ہو گیا ہو کیونکہ

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو قرآن سے الگ کر کے نہ محمدؐ سے محبت ہو سکتی ہے نہ قرآن سے محبت ہو سکتی ہے۔ یہ دونوں ایک چیز ہیں اور ایک دوسرے سے کسی پہلو سے کسی وقت کسی جگہ جدا نہیں ہو سکتے

"واعتصموا بحبل اللہ جمیعا" میں جمیعت کی طرف اشارہ ہے جو ایک مرکزیت چاہتی ہے۔ جمیعت فرداً فرداً قرآن کریم کو پکڑ لینے کا نام نہیں ہے اور یہ تو جمیعت کو بکھیرنے والی اور منتشر کرنے والی باتیں ہیں۔ قران اگر ایک ہاتھ پر اکٹھا کرتا ہے اور وہ محمد رسول اللہؐ کا ہاتھ ہے اور اس ہاتھ پر اکٹھا کرتا ہے جس کا محمد رسول اللہؐ سے تعلق ہے اور واسطہ ہے اور اٹوٹ تعلق ہے جو ٹوٹ نہیں سکتا، تو یہ وہ جمیعت ہے جس کی طرف قرآن کریم کی یہ آیت بلا رہی ہے۔ "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا" اللہ کی رسی کو مضبوطی سے مگر جمعیت کے ساتھ تھام لو۔ میں اس مضمون کو بیان کر رہا ہوں کہ یہ بات تو سن لی مگر کیسے ہو گا، کس طرح یہ رسی تھامی جائے گی اس کی تفصیل بیان کر رہا ہوں کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے رابطے بڑھائیں ایک رابطہ کافی نہیں ہے۔ ایک رابطہ ایمان سے پیدا ہوتا ہے اور اس ایمان کے رابطے کے بعد پھر نئے رابطوں کے تقاضے شروع ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سب سچ بولنے والوں سے زیادہ سچے تھے۔ اگر آپ اس سچے وجود سے محبت رکھتے ہیں لیکن سچ سے نفرت کرتے ہیں تو آپ جھوٹے ہیں۔ ناممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جھوٹوں کے گروہ میں رہ کر سکینت پائیں اور اطمینان حاصل کریں۔ ایسے لوگوں کو خدا توفیق نہیں دیتا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی معیت میں ہوں یا معیت میں شمار ہوں۔ پس معیت کا جہاں تک تعلق ہے وہ زمانے سے بلند تر ہے اس کا کسی زمانہ سے تعلق نہیں ہے۔ ہر زمانے میں لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی معیت حاصل کر سکتے ہیں اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اخلاق کو اپنائیں۔ اور اگر دیکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم چھوٹوں پر شفقت کرنے والے اور ہر معاملے میں ایثار دکھانے والے تھے اور بے انتہا منکسر المزاج تھے یہ تمام صفات جاننے کے باوجود کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شخصیت کی زینت تھی پھر کوئی ان صفات سے دور رہتا ہے تو اس کو وہم ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے قریب رہتا ہے محض محمد رسول اللہ کا نعرہ لگا دینا آنحضور کے قریب نہیں کر سکتا، محض اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرنا اللہ کے قریب نہیں کر سکتا۔ صفات الٰہی جب بندوں میں جلوہ گر ہوتی ہیں، تو پھر وہ اپنے خدا کے قریب ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ صفات الٰہی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میں جلوہ گر ہوئیں۔ پس ان صفات سے پیار کریں، فرضی عشق نہیں کہ ہاں یہ اچھی صفات ہیں بلکہ اس حد تک پیار کریں کہ آپ ان کو اپنائے بغیر چین نہ پائیں۔ اس طرح آپ کے تعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے بڑھنے لگیں گے اور جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی صفات اپنا کر آپ سے تعلق جوڑتا ہے وہ اپنے بھائی سے الگ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ سارے لوگ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے قریب ہو رہے ہیں صفات کے رستوں سے ان کے اندر بھی وہ صفات جلوے دکھانے لگتی ہے اور وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے قریب ہی نہیں ہو رہے ہوتے بلکہ ایک دوسرے کے بھی قریب ہو رہے ہوتے ہیں اور یہی وہ اخوت ہے جس کی طرف قرآن کریم بار بار آپ کو بلا رہا ہے۔ وہ اخوت حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے تعلق کے بغیر آپ کو نصیب نہیں ہو سکتی۔

اس لئے قرآن کریم نے اور احادیث میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے سب سے زیادہ دنیا میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ہی محبت کی تلقین فرمائی ہے اور اس کے تعلق میں معاً بعد یہ مضمون چلتا ہے کہ آپس میں بھی ایک دوسرے سے محبت کرو۔ یہ دو تین باتیں الگ الگ نہیں ہیں ایک مرکزی مضمون کی شاخیں ہیں۔ جوں جوں اس مضمون میں آپ آگے بڑھتے ہیں اور رستے دکھائی دیتے ہیں اور خوبصورت نظارے آپ کو نظر آئیں گے۔ مگر جس طرح ایک درخت جس کی جڑیں مضبوطی سے زمین میں ہوں اس کی شاخیں الگ الگ پھیل کر اپنی بہار دکھا رہی ہوں الگ دکھائی دینے کے باوجود وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہوتی ہیں اور درخت کے وجود سے ان کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح امت محمدیہ بنتی ہے اور اس طرح امت محمدیہ پھیلنا شروع ہوتی ہے۔ پھر وہ پھولتی ہے اور تمام ایک ہی وجود کی شاخیں ہیں۔

اسی مضمون کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کے حوالے سے یوں بیان فرمایا کہ "اے میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو!" کہ میں وہ درخت ہوں جس نے عشق محمد مصطفیٰ سے سیراب ہونے کے بعد دوبارہ دنیا میں ایک نئی رونق پائی ہے۔ ایک نئی بہار دیکھی ہے اور اے افراد جماعت جو مجھ سے تعلق رکھتے ہو تم میرے درخت وجود کی سرسبز شاخیں ہو۔ پس شاخوں کا آپس کا تعلق براہ راست ممکن ہی نہیں جب تک درخت کے ساتھ تعلق نہ ہو اور یہ درخت انبیاء ہوا کرتے ہیں جو اپنے ماننے والوں کو ایک جگہ اکٹھا کرتے اور ایک دوسرے سے جوڑتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جس امام کی بعثت کی خبر دی تھی اس امام کے آنے کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ منتشر، بکھرے ہوئے لوگوں کو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وجود کے ساتھ ملحق کرے منسلک کرے اور ایک بنا دے یہاں تک کہ وہ جمیعت جو دنیا سے جاتی رہی وہ پھر دوبارہ اسلام کو نصیب ہو۔ یہ مضمون میں نے عمداً تعلق اخلاق حسنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے ورنہ اگر اس کے بغیر بیان کرتا تو آپ لوگوں میں سے بہت سے ذہنی تعیش کا ذریعہ بنا کر اس مضمون سے مزا اٹھاتے اور بھول جاتے۔ میں سمجھانا چاہتا ہوں کہ یہ مضمون اخلاق سے تعلق رکھتا ہے اور اخلاق کے بغیر نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے تعلق ہو سکتا ہے نہ آپس کا تعلق ہو سکتا ہے اور اس کی ضرورت آج پہلے سے سب سے زیادہ بڑھ کر ہے کیونکہ جماعت احمدیہ خدا کے فضل سے

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا میں جمیعت کی طرف اشارہ ہے جو ایک مرکزیت چاہتی ہے

اب اس تیزی سے ترقی کر رہی ہے کہ دشمن بالکل ہکا بکا ہو گیا ہے۔ شرارت کے منصوبے بنا رہا ہے حسد کی آگ میں جل رہا ہے لیکن اس کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ حکومتوں کی سطح پر مشورے ہو رہے ہیں اور ہمیں اللہ کے فضل سے ان کی اطلاعیں ملتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیچ و تاب کھاتے ہوئے چاہتے ہیں کہ جس طرح بھی چاہیں جہاں جہاں چاہیں جماعت کو ڈسیں اور ایک کوشش ان کی وہی ہے جو میں نے بیان کی کہ جماعت میں افتراق پیدا کرنے کے لئے قرآن کریم کی آیات سے غلط نتائج نکال کر ان کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے حالانکہ قرآن کریم کی کوئی ایک آیت بھی اگر مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے استعمال کی جائے تو وہ ہرگز قرآن کا مفہوم نہیں ہے جو آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے وہ شیطان کی باتیں ہیں کیونکہ قرآن تو اکٹھا کرنے کے لئے آیا ہے نہ کہ منتشر کرنے کے لئے۔ پس ہر وہ حوالہ جو قرآن کا حوالہ ہو اور آپ کے اندر آپس میں تفریق پیدا کرتا ہو۔ آپ کی

Earlsfield Properties

RENTING AGENTS 081 877 0762

PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

جمیعت کو منتشر کرنے والا ہو اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے انگریزی میں کہا جاتا ہے کہ Devil quotes the Scriptures بعض دفعہ شیطان الٰہی کتب کے اور صحیفوں کے حوالے دیتا ہے اور اس کے حوالے دینے اور ایک نیک انسان کے حوالے دینے میں فرق یہ ہے کہ شیطان شیطانی نتائج نکالتا ہے اور نیک انسان نیک نتائج نکالتا ہے اور درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ پس قرآن کریم کی ہر وہ تشریح جو آپ کے دلوں میں محمد رسول اللہ کی محبت پیدا کرے قرآن کو محمد رسول اللہ سے الگ نہ کرے بلکہ ایک ہی دکھائے اور پھر آپ پر واجب کرے کہ آپ محمد رسول اللہ کو مضبوطی سے تھام لیں یہی حقیقت میں حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کے معنے ہیں اور پھر آپ کو سمجھائے کہ قرآن کی تعلیم کے مطابق اگر خدا ایک ہے تو اس کے ماننے والے اس دنیا میں بھی ایک ہو جانے چاہئیں۔ یہ معانی الٰہی معانی ہیں یہی جو قرآن کا مقصود ہیں۔ ان کا شیطان سے کوئی تعلق نہیں لیکن یہ کام بڑی محنت کا کام ہے محض بات سن کر سر ہلا دینے سے یہ مسئلہ طے نہیں ہوگا۔ ضروری ہے کہ ایک ایک خلق محمدیؐ پر غور کریں، ایک ایک نصیحت پر غور کریں اور دیکھیں کہ کس حد تک آپ پر چسپاں ہو رہی ہے جہاں جہاں چسپاں ہو رہی ہے وہاں آپ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ایک تعلق قائم ہو گیا ہے جہاں جہاں نہیں ہو رہی وہ خلا ہیں۔ جتنی زیادہ مضبوطی کسی تعلق کے لئے درکار ہو اتنے روابط بڑھائے جاتے ہیں اگر کہیں سے وہ روابط اکھڑنا شروع ہو جائیں تو بعض دفعہ قائم تعلقات کو بھی وہ خلا توڑ دیا کرتے ہیں۔ اور وہاں سے بھی تعلقات اکھڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔

آنکھ کے Ratina کی مثال ہے۔ آنکھ کا وہ پردہ جس پر تصویر منعکس ہوتی ہے وہ تمام تر آنکھ کے ڈیلے سے جڑا ہوا ہے۔ جہاں وہ تصویر منعکس ہوتی ہے وہ ایک جوڑ ہے جہاں ایک طرف ڈیلے کا آخری کنارہ ہے دوسری طرف وہ پردہ ہے جس کے ساتھ دماغ کا تعلق ہے

> **حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جس امام کی بعثت کی خبر دی تھی اس امام کے آنے کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ منتشر بکھرے ہوئے لوگوں کو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وجود کے ساتھ ملحق کرے اور ایک بنا دے یہاں تک کہ وہ جمیعت جو دنیا سے جاتی رہی وہ پھر دوبارہ اسلام کو نصیب ہو**

پس وہ پردہ کبھی کبھی ڈیلے کو بعض بیماریوں کے نتیجہ میں کہیں کہیں سے چھوڑنا شروع کر دیتا ہے۔ خصوصیت سے وہ لوگ جو لوہارے کا کام کرتے ہیں اور بہت تیز بجلی کی شعاعوں سے جن سے لوہا پگھلایا جاتا ہے ان کی طرف ننگی آنکھ سے دیکھتے ہیں ان کی آنکھوں میں وہ جگہ جگہ ایسے خلا پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں کہ وہ پردہ کہیں کہیں سے اکھڑ جائے۔ اور وہ لوگ جو سورج کو براہ راست دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے ساتھ بھی یہی واقعہ ہوتا ہے کہ سورج کی روشنی کو آنکھ برداشت نہیں کر سکتی یعنی اگر تیزی سے سامنے آنکھ اٹھا کر دیکھا جائے تو برداشت نہیں کر سکتی اور اس کے نتیجے میں کہیں کہیں وہ سیمنٹ اکھڑ جاتا ہے جو پردے کو ڈیلے کے ساتھ جوڑتا ہے اور جہاں جہاں سے وہ اکھڑتا ہے پھر وہاں سے اکھڑنا شروع ہو جاتا ہے اور ایسے لوگ بالآخر اندھے ہو جاتے ہیں۔ تو اگر آپ نے ان حصوں کی نگرانی نہ کی جن حصوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اخلاق موجود نہیں ہیں وہاں سے آپ کا تعلق اکھڑا ہوا ہے اور آپ محفوظ نہیں ہیں۔

دو ہی قسم کے سفر ہیں یا تو تعلق بڑھاتے چلے جانے کا سفر ہے یا پھر تعلقات کم کرتے چلے جانے کا سفر ہے بیچ کی کوئی چیز نہیں۔ پس اگر آپ نے توجہ کے ساتھ اپنے اخلاق کی نگرانی نہ کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے آپ کے وہ رابطے جو آپ سمجھتے ہیں کہ موجود ہیں وہ بھی قائم نہیں رہیں گے۔ رفتہ رفتہ آپ اور دور ہٹتے چلے جائیں گے۔ پس یہ یقینی بنا دیں کہ آپ کا ہر قدم آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف اٹھ رہا ہو۔ اگر کمزور ہیں تو آہستہ قدم اٹھے گا۔ اگر لاچار ہیں اور کھڑے ہو کر نہیں چل سکتے تو گھسٹتے ہوئے چل سکتے ہیں اگر گزوں اور فٹوں میں نہیں جاسکتے تو انچ انچ کچھ نہ کچھ تو سرکتے ہوئے آگے جاسکتے ہیں مگر اگر آپ آگے بڑھ رہے ہیں تو پھر آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔ پھر آپ کی کمزوریاں آپ کی راہ میں حائل نہیں ہونے دی جائینگی کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص جو بہت ہی زیادہ گنہگار تھا اور بہت سے قتل کر چکا تھا وہ بزرگوں کے پاس جانے لگا اور ان سے پوچھنے لگا کہ میرے گناہ کا کوئی علاج ہے اور میرے اتنے گناہ ہیں تو بزرگ یہ سمجھ کر کہ اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے اسے جواب دے دیتا کہ نہیں تمہارا کوئی علاج نہیں۔ وہ کہتا تھا اچھا پھر اگر میرا علاج ہی کوئی نہیں تو ایک گناہ اور سہی۔ وہ اسے بھی قتل کر دیا کرتا تھا۔ اسی طرح وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ کسی ایک عارف باللہ کے پاس وہ پہنچا اس نے کہا خدا ہر گناہ بخش سکتا ہے اگر تمہارے اندر پاک تبدیلی پیدا ہو اور تم گناہوں کے شہر سے ہجرت کر کے نیکیوں کے شہر کی طرف چلنا شروع کرو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اسے ایک بہت ہی پیاری تمثیل سے بیان فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں اس شخص نے گناہوں کے شہر سے (ایک تمثیل ہے مراد یہ نہیں کہ کوئی گناہوں کا شہر تھا کوئی نیکیوں کا شہر تھا) مراد ہے ایک طرف سے ہجرت شروع کی یعنی بدیاں چھوڑنی شروع کر دیں اور نیکیوں کے شہر کی طرف بڑھنا شروع ہوا یعنی نیکیاں اختیار کرنی

> **قرآن کریم کی کوئی ایک آیت بھی اگر مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے استعمال کی جائے تو وہ ہرگز قرآن کا مفہوم نہیں ہے جو آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ وہ شیطان کی باتیں ہیں کیونکہ قرآن تو اکٹھا کرنے کے لئے آیا ہے نہ کہ منتشر کرنے کے لئے**

شروع کر دیں۔ وہ کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ اس کی موت آپہنچی۔ اور وہ خدا کے حضور حاضر ہوا۔ فرشتوں سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیکھو یہ بندہ بدیوں کے شہر سے نیکیوں کے شہر کی طرف ہجرت کر رہا تھا اس لئے اس کی بخشش کا سامان ہونا چاہئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ یہ تو تھوڑا سا سفر ہی طے کر سکا تھا۔ آپ نے فرمایا پیمائش کرو بدیوں کے شہر سے اس مقام تک جہاں اس نے جان دی ہے اور پھر نیکیوں کے شہر سے اس مقام کی جہاں اس نے جان دی ہے۔ یہ اللہ کے انداز ہیں مغفرت کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہمیں ایک بہت گہری حکمت سمجھا رہے ہیں ورنہ یہ مراد نہیں کہ فیتوں کے ساتھ کوئی پیمائش کی جاتی ہے مگر تمثیل ہے بہت پیاری، کہ جب خدا نے ان سے کہا کہ بدیوں کے شہر سے اس شخص کی وہاں تک پیمائش کرو جہاں اس نے جان دی تو جب وہ پیمائش کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ اس زمین کو بڑھاتا چلا جاتا تھا یہاں تک کہ اس کا بہت فاصلہ بڑھ گیا اور جب نیکیوں کے شہر کی طرف سے فرشتوں نے پیمائش شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو سکیڑنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ بہت قریب دکھائی دینے لگی۔ تب اللہ نے فرمایا کہ دیکھو نیکیوں کا شہر اس کے قریب تر تھا۔ مراد یہ ہے کہ اگر آپ اپنی زندگی میں بالارادہ بدیوں سے نیکیوں کی طرف حرکت شروع کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عدم سے آپؐ کے وجود کی طرف جانا شروع کر دیں تو پھر اگر تھوڑا سا سفر طے کر کے ہی آپ کی موت آ جائے تو اللہ تعالیٰ آپ کے سفر کو برکت بخشتا ہے اور یہ مغفرت کا سلوک فرماتا ہے کہ اگر آپ زندہ رہتے تو آپ نے ضرور پہنچنا تھا۔ اسی کو فضل الٰہی کہا جاتا ہے۔ پس بخشش اصل میں فضل سے ہوتی ہے اور فضل میں یہ مضمون بہت ہی اہمیت اختیار کر جاتا ہے کہ فضل کی کوئی وجہ ہوتی ہے۔ خدا کے نزدیک بخشش میں بھی کچھ انصاف ہیں اور کوئی بھی خدا کا فعل خواہ وہ بے انتہا احسان کا ہو انصاف سے عاری نہیں ہوا کرتا تو انصاف کے تقاضوں میں خدا نے یہ بات داخل فرمائی ہے کہ اگر میرا بندہ نیک نیت سے نیکی کی طرف حرکت کر رہا ہے تو چونکہ اس کی زندگی میرے قبضہ میں ہے اس لئے مجھ پر ایک فرض ہے کہ اس کی نیکی کی قدر کروں اور یہ خیال کروں کہ اگر وہ زندہ رہتا اور اسی طرح آگے بڑھتا رہتا تو نیکیوں کو پالیتا۔

پس یہ وہ مضمون ہے جو اس حدیث میں ہمیں سکھایا گیا ہے اس کو پیش نظر رکھ کر آپ اپنے اخلاق کو سنوارنے کی کوشش کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف ہجرت شروع کر دیں اور جوں جوں آپ آنحضورؐ کے قریب ہوں گے اسی طرح اسی قدر آپ

SUPPLIERS OF FROZEN AND FRIED
MEAT SAMOSAS, VEGETABLE SAMOSAS,
CHICKEN SAMOSAS & LAMB BURGERS
PARTIES CATERED FOR
KHAYYAMS
280 HAYDONS ROAD, LONDON SW19 9TT
TEL: 081 543 5882 - MOBILE: 0860 418 252

آپس میں بھی ایک دوسرے کے قریب ہوتے چلے جائیں گے کیونکہ آنحضورؐ سب سے زیادہ اپنی امت سے محبت کرنے والے تھے، "بالمومنین رؤوف رحیم" سب سے پیار کرنے والے، رحمۃ للعالمین تھے۔ تمام جہانوں کے لئے رحمت۔ لیکن جہاں مومنوں کا ذکر ہے وہاں تو خدا فرماتا ہے رؤوف رحیم خدا کی صفات بیان کر دیں وہ تو گویا خدا کی طرح رافت فرمانے والے اور

اخلاق وہ سیمنٹ ہیں جن سے ایک طرف آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے جوڑے جاتے ہیں دوسری طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے غلام اور عشاق آپس میں ایک دوسرے کے قریب ہوتے اور ایک دوسرے سے اٹوٹ رشتوں میں باندھے جاتے ہیں

بے حد رحم کرنے والے اور بار بار رحم کرنے والے تھے جو محمد رسول اللہ کے قریب ہو گا وہ لازماً امت کے قریب ہو گا۔ پس اخلاق وہ سیمنٹ ہیں جن سے ایک طرف سے آپ آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے جوڑے جاتے ہیں اور دوسری طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے غلام اور عشاق آپس میں ایک دوسرے کے قریب ہوتے اور ایک دوسرے سے اٹوٹ رشتوں میں باندھے جاتے ہیں۔

پس وہ نصائح جو آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے اخلاق سے متعلق فرمائیں ان کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھیں اور ایک ایک نصیحت کو تعلق کی رسی سمجھیں اسے آپ قبول کریں گے تو آپ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے تعلق کا ایک اور رابطہ نصیب ہو جائے گا اگر بے پروائی سے دیکھیں گے تو اس حد تک آپ آنحضورؐ سے کاٹے جائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اس طرح قدم قدم لحظہ لحظہ آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے قریب ہوتے چلے جائیں۔ پھر لازماً ایک دوسرے کے قریب ہوں گے۔ پھر لازماً وہ جمیعت نمودار ہو گی جو تمام کائنات کو امت واحدہ بنانے کی طاقت رکھتی ہے۔ پھر آپ پھیلیں گے پھر آپ کو یہ خطرہ نہیں ہو گا کہ اب بوزنین آگئے، اب بنگالی آگئے، اب البانین آگئے، اب افریقن آگئے۔ ہم کس طرح ان کو جوڑیں گے۔ یہ نسخہ جو میں نے آپ کو بتایا ہے آپ اختیار کریں تو آپ باہم ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح خود بخود جوڑے جائیں گے کہ آپ حیران رہ جائیں گے اور وہی اخلاق ہیں جو آپ کو ایک دوسرے سے باندھیں گے ورنہ اخلاق کے بغیر تو سیمنٹ کوئی ہے ہی نہیں، اخلاق سے ہی قومیں جوڑی جاتی ہیں۔ آخری بات یہ ہے کہ اخلاق نہ ہوں تو قومیں نہیں جڑتیں بلکہ ہر خلق کی بجائے ایک بد خلقی لے لیتی ہے اور ہر بد خلقی ایک دوسرے سے الگ کرنے کا کام دکھاتی ہے۔ پس اخلاق کو غیر معمولی اہمیت دیں مگر ان اخلاق کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے حوالے سے حاصل کریں تاکہ آپ کا دین مکمل ہو۔ آپ آنحضور کے ساتھ محبت کا رابطہ بڑھائیں اور اس سے از خود آپ کے تعلقات اپنے بھائیوں سے بڑھیں لیکن اس میں ایک مزید فائدہ یہ ہے کہ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے حوالے سے اخلاق سیکھے جائیں تو وہ اللہ کے حضور بہت ہی مقبول ہوتے ہیں اور اللہ اور اس کے فرشتے ایسے لوگوں پر درود بھیجتے ہیں اور ان پر ہمیشہ آسمان سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ پس وہ سودے جو اخلاق کے سودے ہیں ان میں بھی زیادہ قیمت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ بعض لوگ اپنے مزاج کی کمزوری کی وجہ سے بعض حصوں میں با اخلاق ہوتے ہیں اور بعض حصوں میں اپنے اخلاق کی کمزوری کی وجہ سے بداخلاق ہوتے ہیں۔ نہ ان کی بداخلاقی کی وہ اہمیت، نہ ان کے اخلاق کی وہ اہمیت۔ یہ بیماریاں ہیں یہ نفسیاتی کمزوریاں ہیں۔ بعض لوگ بدلہ نہیں لیتے کہ جی معاف کرتا ہوں حالانکہ بیچ میں سے ڈرپوک ہوتے ہیں۔ بنی اسرائیل کا بھی یہی حال تھا سخت ڈرتے تھے فرعون سے اور فرعون والوں سے اور معاف کر دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ نے جو ان کو تعلیم دی اس میں بدلے کو اتنی اہمیت دی کہ مجبور کر دیا کہ ضرور بدلہ لیں تاکہ ان کی اندرونی کمزوری دور ہو۔ جب وہ سخت دل ہو گئے اور معافی کا نام بھول گئے تب مسیحؑ تشریف لائے اور ان کو نصیحت کی کہ تم نے بدلہ لینا ہی نہیں کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی آگے کر دو۔ یہ مختلف زمانوں کی بیماریوں کے علاج ہیں لیکن نفسیاتی کمزوریاں ہیں جو بعض دفعہ قومی بدکرداریاں بن جاتی ہیں ان کے علاج میں بھی بعض دفعہ جب زیادہ بے احتیاطی ہو جائے لمبا عرصہ تک وہ علاج کیا جائے تو ایک مصیبت ہی آ جاتی ہے مگر جو حوالہ میں دے رہا ہوں یعنی حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کا حوالہ۔ آپ سے آپ اخلاق سیکھیں گے تو نہ کبھی افراط کی طرف جا سکتے ہیں نہ کبھی تفریط کی طرف جا سکتے ہیں کیونکہ آپ کا نور ایسا نور تھا جو وسطی نور تھا نہ وہ شرق کا تھا نہ غرب کا تھا۔ آپ آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے وجود میں کوئی کجی نہیں دیکھتے۔ کوئی کسی طرف ناجائز میلان نہیں پاتے آپؐ کو امت وسطی عطا فرمائی گئی صراط مستقیم بخشی گئی۔ پس وہ اخلاق جن کو آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے حوالے سے تعمیر کریں گے ان میں عفو بھی ہو گا ان میں انتقام بھی ہو گا۔ عفو بھی برمحل اور انتقام بھی برمحل ہو گا اور نہ انتقام بد خلقی ہو گی اور نہ عفو بد خلقی بن سکے گا۔ کیونکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر عفو حد سے بڑھ گیا ہے اور اس کے نتیجے میں نقصان ہو رہا ہے تو بظاہر وہ نیکی ہے مگر دراصل بد خلقی ہے۔ اگر انتقام لینا لازم ہو رہا ہے اور آپ نہیں لے رہے تو نیکی نہیں یہ بدی بن جاتی ہے۔ پس تمام اخلاق کی تعریف اس کے سوا ممکن نہیں کہ اشرف المخلوقات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے خلق سیکھیں جو متوازن تھے اور تمام اخلاق میں بیچ کی راہ آپ نے اختیار فرمائی۔ آپ کی غلامی کے نتیجے میں کوئی خطرہ نہیں ہے کہ کبھی آپ ایک طرف مائل ہو جائیں گے کبھی دوسری طرف مائل ہو جائیں گے پھر جو آپ کے تعلق آپس میں استوار ہونگے پھر وہی تعلقات دوسری قوموں کو آپ کے ساتھ جوڑنے کے لئے اور آپ کے اندر ایک لازوال تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ بن جائیں گے۔

اس مضمون میں جو احادیث میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں ان میں ایک حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے یعنی اپنا آپ اس میں دیکھتا ہے اور ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے اپنے بھائی کا مال و متاع ضائع کرنے سے بچو اور اس کی غیر حاضری میں اس کے مال کی دیکھ بھال کرو۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی النصیحۃ)

اب اس میں دو تین باتیں اکٹھی اوپر تلے بیان فرمائی گئی ہیں ایک یہ کہ مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے آئینہ کے متعلق میں بڑی تفصیل سے پہلے روشنی ڈال چکا ہوں کہ آئینہ برائیاں بھی دکھاتا ہے اور خوبیاں بھی دکھاتا ہے۔ اچھا آئینہ وہ ہے جو برائیاں دکھاتے وقت بھی جھوٹ نہ بولے اور غصے والا آئینہ نہ ہو کہ برائیوں کو بڑھا کے دکھائے۔ بعض آئینے لاشعوری ہونے کے باوجود غصے والے ہوتے ہیں ان کے اندر ایسی خرابی ہوتی ہے کہ ناک بھی موٹا دکھائی دے گا، آنکھ پھیلی ہوئی اور سارے اعضاء بگڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ تو مومن جو مومن کا آئینہ ہے اس سے مراد ہے شفاف آئینہ۔ جس چیز کو جیسے دیکھتا ہے ویسے بیان کرتا ہے۔ جن کو کسی سے نفرت ہو وہ بدیاں بیان کرتے رہتے ہیں نیکیوں کی طرف خیال ہی نہیں کرتے۔ جن کو کسی سے محبت ہو نیکیاں ہی بیان کرتے رہتے ہیں اور بدیوں کی طرف دھیان ہی نہیں دیتے۔ آئینہ ایسا نہیں کرتا۔ آئینہ جو صاف شفاف ہو وہ سچا ہوتا ہے۔ جہاں بدیاں بیان کرتا ہے وہاں خوبیاں بھی دکھاتا ہے تبھی آپ کو آئینوں سے نفرت نہیں ہوتی بلکہ آئینہ جھوٹا ہو تو اس کو پسند نہیں کرتے۔ آئینہ سچا ہو تو آپ کے ہر سقم کو دکھاتا ہے تاکہ آپ اسے دور کر سکیں اور اونچی آواز سے نہیں دکھاتا بلکہ راز رکھتے ہوئے دکھاتا ہے یہاں تک کہ وہی آئینہ جب کوئی دوسرا اٹھا کر دیکھتا ہے اسے اپنی تصویر دکھائی دیتی ہے، اپنے اس بھائی کی نہیں دکھائی دیتی جو پہلے اس آئینے سے فائدہ اٹھا چکا ہے۔ کتنا وسیع مضمون ہے، کتنا گہرا اور لطیف مضمون ہے۔ اگر اس پر بھی آپ غور کرنا شروع کریں تو گھنٹوں غور کریں آپ کو نئے سے نئے لطیف مطالب ہاتھ آتے چلے جائیں گے۔ خلاصۃً آپ کو میں پھر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو آئینے کی

SCL

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

طرح دیکھیں اس طرح کہ جب آپ ان کو کسی کمزوری کی طرف متوجہ کریں تو مخفی طور پر اس رنگ میں کریں کہ وہ غصہ نہ کھائے بلکہ آپ کا ممنون احسان ہو اور پھر اس کو بھول جائیں کہ جب کوئی اور مومن آپ کے سامنے آئے تو اس کی کمزوریاں آپ کو یاد ہی نہ ہوں کہ کوئی ایسی بھی کمزوریاں تھیں، آگے بات نہ چلے۔ پھر آپ ان کی خوبیوں کی بھی تعریف کیا کریں۔ وہ شخص جو صرف کمزوریاں بتاتا ہے وہ لازماً تکلیف پہنچاتا ہے اور ایسا شخص کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ جو خوبیوں پر بھی نظر رکھتا ہے خوبیوں سے پیار کرتا ہے اس کے منہ سے اگر برائیاں بھی معلوم ہوں تو بری نہیں لگتیں۔ تبھی ماؤں کی بات بچے سب سے کم بری مناتے ہیں کیونکہ ان کو پتہ ہے ہر وقت خوبیوں پر نظر ہے ایک برائی بھی دیکھ لی ہے تو بتاتی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ وہ تحمل کے ساتھ، حوصلے کے ساتھ، ان باتوں کو سنتے ہیں اور نصیحت کرنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے نصیحت کے رنگ سیکھے تو اس کے تعلقات میں رحمت غالب ہوگی اور رحمت کے نتیجے میں وہ شخص جس کو نصیحت کی جاتی ہے اس کی توجہ رحمت کی طرف رہتی ہے اور نصیحت سے برا نہیں مناتا۔ پس آئینہ وہ بنیں جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے اور بسا اوقات آپؐ جب عمومی نصیحت فرمایا کرتے تھے تو ذکر بھی نہیں کرتے تھے کہ کون ہے لیکن جن کے دل میں کمزوریاں ہوتی تھیں وہ بھانپ لیتے تھے وہ جان لیتے تھے اور اس طرح یہ ضروری نہیں تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہر ایک کے پاس جائیں اور ہر ایک شخص کو یہ بتائیں کہ تم کون ہو اور کیا ہو بلکہ آپ کا تعلق تمام بنی نوع انسان

تمام اخلاق کی تعریف اس کے سوا ممکن نہیں کہ اشرف المخلوقات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے خلق سیکھیں جو متوازن تھے

سے تھا۔ اس لئے اپنے خطبات میں اپنی عمومی نصائح میں آپ ایسی نصائح فرما دیتے تھے کہ ہر دل جس میں کمزوری تھی وہ بھانپ لیتا تھا کہ میرے متعلق بات ہو رہی ہے لیکن یہ بھی جان لیتا تھا کہ مجھ پر ستاری کا پردہ ڈالا گیا ہے اور اس طرح پھر وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ تو فرمایا مومن ایک دوسرے کا آئینہ ہے (یعنی اپنا آپ اس میں دیکھتا ہے) ۔ یہ ایک دوسرا مضمون ہے یعنی اپنا آپ اس میں دیکھتا ہے یہ ترجمہ کرنے والے نے اپنی طرف سے لکھ دیا ہے حدیث کے الفاظ نہیں ہیں یہ تو مضمون کو محدود کرنے والی بات ہے۔ مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے، بس اتنی بات ہے۔ کبھی وہ اس کو دیکھتا ہے اور اس کو بتاتا ہے کہ تم کیا ہو کبھی اس کے حوالے سے اپنے آپ کو پہچانتا ہے اور اپنی حقیقت معلوم کرتا ہے کہ میں کون ہوں۔ اس دوسرے پہلو سے یہ بات نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ مومن اپنی کمزوریوں کی تلاش میں رہتا ہے اور سب سے بہتر اس کی کمزوریاں جتانے والا اس کا بھائی ہے اور نہ صرف یہ کہ وہ انتظار کرے کہ کوئی مجھے جتائے وہ خود علیحدگی میں پوچھتا ہے کہ بتاؤ مجھ میں کوئی ایسی بات تو نہیں ہو گئی مجھ میں کوئی ایسی عادت تو نہیں جو بری لگی ہو یا کوئی بات مجھ سے ہوئی ہو جو تمہیں پسند نہ آئی ہو اس بات کی تلاش میں رہتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہمیشہ اس بات کی جستجو میں رہتے تھے کہ آپ کی ذات سے کسی کو ادنیٰ سے بھی تکلیف نہ پہنچے۔

پھر فرمایا۔ اپنے بھائی کا مال و متاع ضائع کرنے سے بچو اور اس کی غیر حاضری میں اس کے مال کی دیکھ بھال کرو۔ آج کی دنیا میں تعلقات خراب کرنے کی وجوہات میں اہم ترین وجہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کے مال پر حرص کی نظر ہوتی ہے اور اگر ایک دوسرے کا مال بددیانتی سے کھایا جا سکتا ہے تو لوگ کھاتے ہیں بلکہ سکیم بنا کر بھی کھاتے ہیں اور اگر نہیں کھاتے تو اس لئے کہ کوئی سامنے ہے اور جہاں پیچھے ہٹا وہاں اس کی غیبوبت میں اس کا مال کھانا شروع کر دیا۔ قرآن کریم اس کی مثال دیتا ہے کہتا ہے کہ دیکھو ہر قوم میں اچھے اور برے لوگ ہیں بعض یہود ایسے ہیں کہ ان کو ڈھیروں بھی تم دے دو تو وہ دیانتداری سے کام لیتے ہیں یعنی دیانتداری صرف کسی ایک قوم یا ایک مذہب کا خاصہ، حصہ نہیں۔ ہر خدا کے بندے میں بعض خوبیاں پائی جاتی ہیں اور بعض ایسے بدبخت ہیں کہ جب تک تم سامنے کھڑے رہو اس وقت تک تم سے دیانت کا سلوک کریں گے ذرا تم نے آنکھ جھپکی یا منہ موڑا اور وہ تمہارے لئے بددیانت ہو گئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم حاضر کی دیانت سکھانے کے لئے غائب کی دیانت پر زور دے رہے ہیں۔ جو شخص عدم موجودگی میں دیانتدار ہے اس سے بڑا دیانتدار کوئی نہیں ہو سکتا ورنہ حاضر میں تو بددیانت بھی بعض دفعہ دیانت کر جاتے ہیں۔ پس یہ بات اپنی ذات میں پیدا کریں، اپنے ماحول میں پیدا کریں، اپنے بچوں کو سکھائیں کہ سامنے کی دیانتداری تو بدخلقوں کو بھی نصیب ہو جایا کرتی ہے کیونکہ سامنے ہونے کا ایک خوف ہے مگر پیچھے دیانتداری، یہ اصل خلق ہے۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تو اس خلق کو اور بھی زیادہ بڑھا کر پیش فرمایا ہے۔ فرمایا ہے صرف یہ نہیں کہ دیانتداری کرو بلکہ اس کے مال کی حفاظت کرو۔ اس کی آنکھیں بن جاؤ، اس کے کان بن جاؤ، اس کے ہاتھ بن جاؤ، جب تمہارا بھائی ایک چیز چھوڑ جاتا ہے تو اس سے قطع نظر کہ اس نے تمہیں حفاظت کے لئے کہا یا نہیں کہا، تمہیں فکر لاحق ہو جانی چاہئے کہ میرے بھائی کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ یہ بہت ہی اعلیٰ درجے کے اخلاق ہیں جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہمیں سکھلائے ہیں اور جن کے نتیجے میں تمام مالی بدمعاملگیاں سب ختم ہو سکتی ہیں کوئی بھی ان میں باقی نہیں رہ سکتی۔ جس شخص کی روح یہ ہو کہ اپنے بھائی کی یعنی ہر دوسرے کی چیز کی اس کی عدم موجودگی میں حفاظت کر رہا ہو۔ اس کے لئے ممکن کس طرح ہے کہ وہ ہر وقت دماغ لڑائے کہ کس طرح میں شراکت کی ترکیب کروں، کس طرح ہم ایک دوسرے سے مل کر کچھ سودے کریں، جب منافع ہوں تو میں کوشش کروں کہ زیادہ منافع ملے۔ میرے ہاتھ آجائے۔ نقصان ہوں تو کوشش ہو کہ بڑا نقصان اس کے پلے پڑ جائے۔ یہ باتیں سوچنے والے کبھی غیب میں کسی کے مال کی حفاظت کر سکتے ہیں!؟ اس لئے بہت ضرورت ہے کہ ہمارے جو معاملات ہیں ان کو اتنا صیقل کریں، اتنا مانجھیں، اتنا صاف کریں کہ دنیا میں احمدیوں سے بڑھ کر نیک معاملہ کرنے والی کوئی قوم نہ ہو آپ کے تعلقات اب دنیا میں پھیل رہے ہیں، بہت وسعت اختیار کر رہے ہیں، ہر قسم کی قومیں آرہی ہیں۔ ان میں سے کچھ مال دار بھی ہوں گے جو آئیں گے، کچھ ضرورت مند بھی ہوں گے جو آپ کے ساتھ تجارتی معاملات بھی کریں گے اور آپ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے وہاں یہ خلق ہے جو امت واحدہ بنانے میں بہت عظیم کردار ادا کرے گا اور اگر یہ خلق آپ کو نہ نصیب ہوا تو بنے ہوؤں کو توڑنے اور بکھیرنے میں سب سے بڑا گناہ آپ کو ہوگا۔

پس آپس کے تعلقات درست کرو۔ یہاں تو حال یہ ہے کہ بھائی بھائی کے معاملے میں بھی دیانت دار ثابت نہیں ہوتا۔ ماں باپ آنکھیں بند کرتے ہیں تو جائیداد کے جھگڑے شروع ہوتے ہیں جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتے۔ بارہ بارہ سال بیس بیس سال تک جھگڑے چلتے ہیں۔ ایسی جماعتیں ہیں جن کے ساتھ بالآخر مجھے تنگ آکر یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ اتنی دیر کے اندر یہ جھگڑے ختم کرو یا مجھ سے تعلق توڑ لو بیچ کی کوئی اب راہ نہیں رہی۔ بیس بیس سال کے ایسے بگڑے ہوئے تعلقات، جماعتیں پھٹی ہوئیں۔ اور اللہ کا احسان ہے کہ جماعت احمدیہ کو خدا نے یہ بنیادی خلق عطا کیا ہوا ہے کہ خلافت سے وابستہ ہے جب یہ کہا کہ پھر مجھ سے کوئی تعلق نہیں تو پھر لوگوں نے قربانیاں کیں۔ وہ جماعتیں درست ہوئیں اب ان میں بڑی برکت پڑ رہی ہے۔ بعض ایسی جماعتیں میں ہندوستان ہی میں، جن کا حال یہ تھا کہ سالہا سال سے کسی نئے احمدی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں تھا اب ان جماعتوں میں صرف وہیں بہتر کام نہیں ہوا بلکہ سارے ماحول میں انہوں نے کام شروع کیا ہوا ہے اور حیرت انگیز انقلاب برپا ہو رہا ہے۔ تو جمعیت دوسروں کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور وہ تمام اخلاق جو جمعیت کو منتشر کرنے والے ہیں وہ آپ کے تبلیغی کاموں میں نہ صرف روک بنتے ہیں بلکہ آئے ہوؤں کو بھی دوبارہ دھکیل کر باہر پھینک دینے کا موجب بنتے ہیں اور یہ معاملات ان میں ایک بہت ہی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ بدمعاملگی کے نتیجہ میں خاندان بکھر گئے، بھائی بھائی کا دشمن ہوا، بھائیوں نے بہنوں کے حق مارنے کی کوشش کی، بہنوں نے بھائیوں کے حق مارنے کی کوشش کی اور جہاں خاندان بکھر گئے وہاں جماعت کو جمعیت کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔ پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی باتوں پر غور کریں اور اپنے دل میں ایسی جگہ دیں کہ پھر کبھی آپ کے دل سے جدا نہ ہوں۔ ان کی روشنی میں اپنے آپ کو دیکھیں سب سے بڑا آئینہ تو محمد رسول اللہ ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے چہرے میں اپنا چہرہ دیکھیں پھر پتہ چلے گا کہ آپ کیا ہیں اور یہ وہ سارے حسن ہیں جو اس آئینے میں محمد رسول اللہ کے حسن آپ کو دکھائی دیں گے۔ جہاں

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
MTV AHMADIYYA
SKY
TV ASIA

VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.

S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

جہاں آپ میں کمی ہے یہ حسن آپ کو بتائیں گے اور کسی نفرت کے ساتھ نہیں بلکہ محبت اور پیار اور شفقت اور رحمت کے ساتھ، رافت کے ساتھ بتائیں گے کہ دیکھو میں تو یہ ہوں اگر تم میری پیروی کرنا چاہتے ہو تو ایسا بننے کی کوشش کرو۔ پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم یہ ایک مثال دیتے ہیں کہ غیر حاضری میں اپنے بھائی کے مال کی حفاظت کرو جب اور کوئی اس کی حفاظت کرنے والا نہ ہو۔ اور پھر اس مثال کو ایک بہت ہی حیرت انگیز طور پر دل پر گہرا اثر کرنے والی کہانی کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ کہانی نہیں یعنی ایک قصہ، واقعہ کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

ایک لمبی حدیث ہے جس میں تین آدمیوں کا ذکر ہے جو ایک غار میں رات بسر کرنے کے لئے داخل ہوئے اور زلزلہ آیا یا اور آندھی یا طوفان کے نتیجے میں وہ غار جس کے منہ سے پتھر سرکا ہوا تھا وہ رات کو ان کے سوتے میں غار کے منہ پر آ پڑا اور اتنا بھاری تھا کہ وہ اس کو ہلا نہیں سکتے تھے۔ تب ان تینوں نے یہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے کسی ایسے نیک عمل کا حوالہ دے کر اس سے عاجزانہ عرض کریں کہ اے خدا اگر یہ سچا واقعہ ہے جو ہم بیان کر رہے ہیں اور اگر تیرے سوا کسی اور کی خاطر ہم نے یہ نہیں کیا محض تیرے جلال کی خاطر اور تیرے تعلق کی خاطر ہم نے ایسا کیا تھا تو پھر تو ہم سے رافت کا معاملہ فرما اور ہم اس پتھر کو نہیں ہٹا سکتے تو اس پتھر کو ہٹا دے۔ جب ایک شخص نے اپنا واقعہ بیان کیا تو چونکہ وہ سچا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابل پر ۱/۳ حصہ پتھر کو ایک طرف سرکا دیا یعنی ابھی انسان گزر نہیں سکتا تھا مگر شگاف پیدا ہو گیا۔ پھر دوسرے نے واقعہ بیان کیا پھر اللہ تعالیٰ نے انہی آسمانی ذرائع سے جن سے پتھر غار کے منہ میں آیا تھا ان کو حرکت دیتے ہوئے انہی کے ذریعہ سے پتھر کو اور سرکا دیا لیکن ابھی وہ باہر نہیں جا سکتے تھے۔ ایک شخص جس نے اپنا واقعہ بیان کیا اس کا معاملات سے تعلق ہے اور اسی حدیث سے ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں، اسی کی تشریح ہے۔ اس پر تیسرا آدمی بولا ابھی

اپنے بھائیوں کو آئینے کی طرح دیکھیں اس طرح کہ جب آپ ان کو کسی کمزوری کی طرف متوجہ کریں تو مخفی طور پر اس رنگ میں کریں کہ وہ غصہ نہ کھائے بلکہ آپ کا ممنون احسان ہو

آخری حصہ باقی تھا اور نکل نہیں سکتے تھے اگر یہ تیسرا آدمی کچھ نہ بیان کرتا تو گویا وہ پتھر وہیں پڑا رہتا کہ اے میرے اللہ میں نے کچھ مزدور رکھے تھے اور کام لینے کے بعد ان کو مزدوری ادا کر دی تھی ان کا حق نہیں مارا۔ البتہ ایک آدمی نے مزدوری (کم سمجھتے ہوئے (نہ لی یعنی کم سمجھتے ہوئے تو یہ بریکٹ کے ترجمہ کرنے والے کے الفاظ ہیں مراد یہ ہے کہ کسی وجہ سے ناراض ہو گیا یا جو بھی وجہ تھی اس نے مزدوری نہ لی اور چلا گیا۔) میں نے اس کی یہ چھوڑی ہوئی رقم کاروبار پہ لگا دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت دی اور بہت نفع ہوا۔ کچھ مدت کے بعد بالآخر اس پر تنگدستی کا دور آیا اور اتنا غریب ہوا کہ مجبور ہو گیا کہ واپس آکر مجھ سے اسی مزدوری کا مطالبہ کرے۔ کہتے ہیں وہ شخص جب آیا اور مجھے اس نے مزدوری دینے کے لئے کہا تو میں نے اسے ایک اونٹوں اور بکریوں اور بھیڑوں سے بھری ہوئی وادی دکھائی کہ یہ سب تمہاری مزدوری ہے لے لو۔ اس نے کہا بھائی مذاق تو نہ کرو میں غریب آدمی ہوں غلطی ہوئی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا تھا لیکن کم سے کم مجھ سے مذاق تو نہ کرو۔ اس نے کہا نہیں بھائی میں مذاق نہیں کر رہا میں سچ کہہ رہا ہوں کیونکہ اس مزدوری کو میں نے تمہارے بعد کام پر لگایا تھا اور اس کا الگ حساب رکھا تھا اور اللہ نے اتنی برکت دی کہ جہاں میرے مال میں برکت پڑی وہاں تمہارے مال میں بھی برکت پڑی اور یہ جو بھیڑ بکریاں اور اونٹ تمہیں دے رہا ہوں میں شروع سے ہی الگ رکھتا چلا آیا ہوں کیونکہ ان کو پھر میں تجارت پر لگاتا ہوں پھر برکت پڑتی ہے پھر یہ بڑھ جاتے ہیں تو ان کا حساب میں نے الگ رکھا ہوا ہے اور یہ تمہارے ہیں۔ اس پر وہ خوشی سے دعائیں دیتا ہوا چلا گیا اور اس وقت وہ پتھر سرک گیا اور ان تینوں کو خدا نے یہ توفیق بخشی کہ اس قید خانہ میں جان دینے کی بجائے دوبارہ آزادی کا سانس ان کو نصیب ہو۔ (بخاری کتاب الاجارۃ)

یہ چھوٹی چھوٹی نیکیاں ہیں اور یہ تمثیل ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کب، کہاں، یہ کیسے واقعہ ہوا لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ اسی طرح کی مصیبت میں ہم پھنسے ہوں۔ ہم ہزار قسم کی مصیبتوں میں پھنس جاتے ہیں اور وہاں صرف ایک انسان کی نیکی اسے فائدہ نہیں دیتی بلکہ اپنے بھائی کو بھی دیتی ہے اور یہاں وہ مثال بہت ہی پیارے طور پر صادق آتی ہے کہ مومن مومن کا آئینہ ہے اور بھائی بھائی ہے اور اس کے غیب میں اس کے مال کی حفاظت کرتا ہے اور اس طرح مومن کا فیض اپنے بھائی کو پہنچتا ہے اور تمثیل ایسی عظیم بیان کی کہ ان تینوں کا اجتماعی فیض تھا جس فیض نے ان کو نجات عطا کی، انفرادی فیض نہیں تھا۔ پس حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی باتیں حیرت انگیز طور پر عرفان میں ڈوبی ہوئی بلکہ عرفان کا ایک سمندر ہیں جو ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں ان کو غور سے سنیں، پڑھیں، اپنے دل میں جگہ دیں تو پھر پتہ چلے گا کہ آپ کی کوئی نیکی بھی ضائع نہیں جاتی۔ کوئی خلق ایسا نہیں ہے جو بے پھل کے رہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نتیجہ میں آپ ہی کے اموال اور جان اور آپ کی خوشیوں میں برکت نہیں دیتا بلکہ آپ کا فیض ارد گرد بھی پھیلاتا ہے اور وہ لوگ جو مالی کمزوریوں میں مبتلاء ہیں۔ بد دیانتی سے ایک دوسرے کا مال کھاتے ہیں یا نیک نیت سے اشتراک کرتے ہیں اور جب برا وقت آئے تو پھر بہانے بنا بنا کر اپنا نقصان کم کرنے اور بھائی کا نقصان بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں یا دھوکے دے کر اور لالچ دے کر پیسے وصول کرتے ہیں اور پھر ان کے کام نہیں کرتے ان کو بے یار و مددگار چھوڑ جاتے ہیں ان کا جماعت مومنین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کو وہم ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے غلام ہیں کیونکہ وہ اپنا تعلق آنحضورؐ سے کاٹ لیتے ہیں اور پھر آپس میں بھائیوں سے بھی ان کا کوئی تعلق قائم نہیں رہتا وہ دور ہوتے چلے جاتے ہیں اور دور ہٹتے چلے جاتے ہیں اور دور ہٹا دئے جاتے ہیں خدا کی طرف سے، یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ مثال صادق آتی ہے فرمایا "اے میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو!" تم میں بعض (فرماتے ہیں) ایسے بھی ہیں میں جانتا ہوں جو خشک ٹہنیوں کی طرح ہیں بظاہر میرے وجود سے لگے ہوئے ہیں لیکن میرے وجود سے ان کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ جو تعلق رکھتا ہے وہ لازماً سرسبز و شاداب ہو گا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سچا عشق ہو اور آپ خشک ٹہنی بن جائیں۔ پس اس دور میں جب خدا تعالیٰ نے آنحضورؐ کے اخلاق کو از سر نو دنیا میں قائم کرنے کا فیصلہ فرمایا تو آپؐ ہی کے خلق پر امام مہدیؑ کو پیدا کیا اور آپ نے وہی محاورے استعمال فرمائے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمائے تھے اور انہی کے حوالے سے ساری باتیں پھر کہیں۔ پس آپ کہتے ہیں تم خشک ٹہنیوں کی طرح میرے ساتھ زیادہ دیر نہیں لگے رہو گے کیونکہ جس طرح ایک باغبان اپنے زندہ پودوں کی حفاظت کے لئے خشک ٹہنیوں کو ان سے جدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ خشک ٹہنیاں دوسری زندہ ٹہنیوں کا رس بھی چوسنے لگ جاتی ہیں مگر بے کار۔ رس تو چوستی ہیں مگر کسی کام نہیں آتا اور اپنے ساتھ کی شاخوں کو بھی سکھانے لگ جاتی ہیں۔ فرمایا میرا ایک باغبان ہے، میرا ایک خدا ہے جو مجھ پر اور میرے تعلقات پر نظر رکھ رہا ہے وہ پسند نہیں فرمائے گا کہ میری ذات کے ساتھ خشک ٹہنیاں پیوستہ رہیں اور وہ ضرور کاٹی جائیں گی اور جب وہ کاٹی جاتی ہیں تو پھر وہ جلانے کے کام آتی ہیں پھر تم جہنم کا ایندھن بنو گے۔ پس اپنے تعلقات کو حضرت محمد مصطفیٰ اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے استوار کریں اور وہ یہی ایک ذریعہ ہے کہ آپ کے اخلاق کا جوڑنے والا مصالحہ حاصل کریں وہ ایک طرف آپ کو محمد رسول اللہؐ سے جوڑے گا اور دوسری طرف اپنے بھائیوں کے ساتھ جوڑے گا اور اس طرح وہ جمیعت نمودار ہو گی جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے واعتصمو بحبل اللہ جمعیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں وہ جمیعت عطا فرمائے اس جمیعت کے بغیر ہم دنیا میں کوئی انقلاب برپا نہیں

M.A. AMINI
TEXTILES
SPECIALISTS IN:
FABRIC PRINTING
PRINTED CRIMPLENE
90" PRINTED COTTON
QUILT COVERS
PRAYER MATS, BEDDINGS
BED SETTEE COVERS
PROVIDENCE MILL
108 HARRIS STREET
BRADFORD BD1 5JA
TEL: 0274 391 832
MOBILE: 0836 799 469
81/83 ROUNDHAY ROAD
LEEDS, LS8 5AQ
TEL: 0532 481 888
FAX NO. 0274 720 214

DISTRIBUTORS OF
PITTA BREAD
PLAIN AND FRUIT
YOGURT
MANGOES
SEASONAL FRUIT
AND
VEGETABLES
ZAHID KHAN
081 949 1044
IMMEDIATE
DELIVERY
ANYWHERE IN
LONDON

کر سکتے۔ الحمد للہ کہ وہ جمیعت نصیب ہو رہی ہے الحمد للہ کہ میں محبت کے عجیب عجیب حیرت انگیز دل لبھانے والے اظہار دیکھ کر آیا ہوں۔ جرمنی کی جماعت کو خدا نے یہ توفیق بخشی ہے کہ وہ تیزی کے ساتھ نشوونما پانے لگی ہے۔ ہر قوم میں پھیل رہی ہے۔ ہر قوم سے تعلق جوڑ رہی ہے اور ایسے ایسے نئے آنے والے عشاق دیکھے ہیں کہ ان کی نظروں کو دیکھ کر میں ورطہ حیرت میں ڈوب گیا۔ وہی لوگ جو ایک دو سال پہلے ملے تھے ان کی آنکھوں میں اجنبیت تھی، کوئی تعلق کے آثار نہیں تھے اب وہ آنکھیں عشق سے معمور تھیں۔ ہر لحظہ قربانی کے لئے تیار تھیں یہاں تک کہ ایک موقعہ پر جب میں نے ایک معاملے میں نصیحت کی اور اس کا لوگوں پر اثر ہوا تو ایک سکھایا پڑھایا امام آگے آیا۔ اس نے وہی باتیں کیں جو ہم جانتے ہیں کہ پاکستان میں مولوی احمدیوں سے دور کرنے کے لئے دوسروں کو سکھاتے ہیں۔ صاف دکھائی دے رہا تھا کہ سکھایا پڑھایا شخص ہے۔ جب وہ یہ باتیں بیان کر رہا تھا اور ایک میکیڈونیا کا احمدی جو تھوڑا عرصہ ہوا احمدی ہوا تھا لیکن اتنی محبت اور ایسا جوش اس کے دل میں ہے کہ بار بار اچھل کے اٹھتا تھا میری طرف دیکھتا تھا کہ مجھے اجازت دیں میں اس کا جواب دوں گا۔ مگر میں ہر دفعہ اس کو اشارے سے روکتا رہا اور پھر تحمل سے میں نے بات بیان کی یہ ویسے ہی عشاق ہیں جن کا ذکر آپ پرانے زمانوں میں انبیاء کے حوالوں سے پڑھتے ہیں اور انبیاء ہی کی برکت سے وجود میں آئے ہیں۔ اگر مسیح موعود دوبارہ دنیا میں تشریف نہ لاتے تو وہ اولین کے نظارے جو تاریخ کی زینت تھے وہ آج اس زمانے کی زینت نہیں بن سکتے تھے۔ پس ان خوبیوں کی حفاظت کریں یہی اخلاق حسنہ ہیں جو آپ کو زندگی بخشیں گے یہی اخلاق حسنہ ہیں جو لوگوں کے دلوں میں ایک عظیم روحانی انقلاب برپا کر دیں گے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

نماز ہائے جنازہ

☆ مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۹۴ء کو مسجد فضل لندن میں بوقت ساڑھے گیارہ بجے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مکرم ارشد جاوید صاحب (لندن) کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے ساتھ ہی حسب ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔

(۱) مکرمہ نعیمہ بشریٰ صاحبہ اہلیہ ملک سلطان علی صاحب ریحان ۔ ربوہ۔ آپ مکرم مولانا محمد اسماعیل صاحب دیالگڑھی کی بیٹی تھیں۔
(۲) مکرم میاں عبدالمنان صاحب. لاہور ۔ آپ مکرم ناصر احمد صاحب مبشر آف یو۔ کے. کے بھائی تھے
(۳) مکرم شیخ محمد سلیم صاحب آف دنیاپور ضلع ملتان۔
(۴) مکرمہ بخت بھری صاحبہ. ربوہ ۔ آپ مکرم محمد یعقوب صاحب نیشنل سیکرٹری اشاعت کینیڈا کی والدہ تھیں۔
(۵) مکرم الحاجی المامی کروما صاحب ۔ سیرالیون۔
(۶) مکرم Pakimbo Vandi آف سیرالیون۔
(۷) مکرم Paansumana آف سیرالیون۔
(۸) مکرمہ حشمت بی بی صاحبہ اہلیہ محمد دین صاحب مرحوم . قادیان۔
(۹) مکرم سید غلام ابراہیم صاحب . اڑیسہ۔
(۱۰) مکرم محمد سلیمان صاحب دہلوی درویش . قادیان۔
(۱۱) مکرمہ رشیدہ خاتون صاحبہ اہلیہ مکرم محمد بشیر خان صاحب گلگتی ۔
(۱۲) مکرم ٹھیکیدار نذیر احمد صاحب، ربوہ۔
(۱۳) مکرم چوہدری فضل احمد صاحب ، صدر حلقہ عثمان والا، ربوہ۔
(۱۴) مکرم نصیر احمد صاحب طارق، اسلام آباد۔

☆ مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۹۴ء کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب، مبلغ سلسلہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے ساتھ ہی حسب ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔

(۱) مکرم سید عبدالسلام صاحب ، اڑیسہ، انڈیا۔ (آپ مکرم سید تنویر احمد صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید قادیان کے والد تھے)۔
(۲) مکرم سیٹھ سلطان احمد صاحب ۔ (آپ مکرم مولانا محمد اشرف صاحب ناصر مرحوم کے والد تھے)۔
(۳) مکرمہ والدہ صاحبہ مکرم مرزا محمود احمد صاحب مبلغ سلسلہ امریکہ۔
(۴) مکرم ظفراللہ صاحب ، خوشاب۔ (آپ مکرم صادق محمد صاحب طاہر آف خوشاب حال مقیم جرمنی کے بہنوئی تھے)۔
(۵) مکرمہ امتہ الباسط صاحبہ، خوشاب۔ (ہمشیرہ صادق محمد صاحب طاہر حال جرمنی)۔
(۶) مکرمہ بخت آور صاحبہ ، ربوہ۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

جماعت احمدیہ برطانیہ کا ۱۹ واں جلسہ سالانہ

جماعت احمدیہ برطانیہ کا ۲۹ واں جلسہ سالانہ دعاؤں اور عبادات کے روح پرور ماحول میں اپنی روایتی شان و شوکت کے ساتھ انشاء اللہ

۲۹، ۳۰ اور ۳۱ جولائی ۱۹۹۴ء

کو اسلام آباد (ٹلفورڈ) برطانیہ میں منعقد ہو رہا ہے۔ اس جلسہ میں اکناف عالم سے احمدی عشاق ہزاروں کی تعداد میں تشریف لاتے ہیں اور مقامی احمدیوں کے ساتھ مل کر اس روحانی اجتماع سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں غیر از جماعت معززین بھی بڑی کثرت سے شامل ہوتے ہیں۔

اس جلسہ سالانہ کی اصل رونق سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حقائق و معارف سے بھرپور روح پرور خطابات ہیں۔ علاوہ ازیں حضور انور کے ساتھ ایک مجلس سوال و جواب بھی منعقد ہوتی ہے۔ اس جلسہ کا نقطہ عروج عالمی بیعت کی تقریب ہے جس میں لاکھوں افراد حضور انور کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت کرتے ہیں۔

اس جلسہ میں دیگر علماء سلسلہ کی جو تقاریر ہونگی ان کی تفصیل یہ ہے:

☆ صحابہ کرام کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم (انگریزی)
مکرم آفتاب احمد خان صاحب
امیر جماعت احمدیہ برطانیہ

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے صحابہ سے شفقت (اردو)
مکرم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد
امام مسجد فضل لندن

☆ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی پہچان کی آسمانی شہادتیں (اردو)
مکرم پروفیسر صالح محمد الہ دین صاحب
صدر شعبہ فلکیات عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد انڈیا

☆ سیرت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ (اردو)
مکرم بشیر احمد خان صاحب رفیق
ایڈیشنل وکیل التصنیف

☆ اسلام کی امتیازی خوبیاں (انگریزی)
مکرم کریم اسعد احمد خان صاحب
بار ایٹ لاء، ایڈیشنل سیکرٹری امور خارجہ برطانیہ

☆ اسلام اور عیسائیت میں نجات کا تصور (انگریزی)
مکرم ابراہیم نونن صاحب
ریجنل قائد خدام الاحمدیہ برطانیہ

یاد رہے کہ جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ کا وہ عظیم روحانی اجتماع ہے جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۹۱ء میں فرمائی۔ اس کے عظیم الشان مقاصد ہیں اور حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اس میں شمولیت کرنے والوں کے لئے بے شمار دعائیں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ برطانیہ کے اس جلسہ میں (جو مرکزی جلسہ کی ایک شاخ ہے) شمولیت کرنے والوں کو ان برکات سے وافر حصہ ملے جو اس جلسہ سالانہ سے وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب شرکاء جلسہ کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

(ناظم اشاعت ۔ جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۹۴ء)

Mosque's mercy mission delivers hope to Bosnia

Some of the group from the London Mosque which travelled to Bosnia.

Members of the London Mosque's youth division broke down in tears as they tried to describe what they had seen on a mercy mission to Bosnia.

Taking it in turns to give a verbal report on each stage of the journey, five young volunteers struggled to convey how it felt to be perceived as deliverers not just of food and medical supplies, but of hope.

Mohammed Raffiuddin read from the diary of one of the 14 volunteers who was feeling tired and hungry after four days on the move but "as soon as I saw the smile on a young boy's face as he saw us coming into the camp, all the tiredness disappeared."

Other members of the Southfields-based Ahmadiyya Muslim Association told those gathered for the mosque's annual charity dinner the mind-boggling logistics of organising a convoy to the heart of a war zone.

In the three trips to date

By SEAN FLAHERTY

(another will leave in the next ten days), more than 70 tonnes of food, medical supplies and clothing worth £500,000, all donated by local people and businesses, have been delivered.

Another speaker, Masood Lone said: "In the overall picture it is a small effort, but for them it is a ray of hope that people care."

Earlier, cheques totalling £18,000 were donated to charities.

Wandsworth & Putney
GUARDIAN (London, UK)
Thursday June 30 1994 Page 3

جستہ جستہ

(عبدالمنان دہلوی)

ہر شخص کی زندگی میں بعض ایسے واقعات ہوتے ہیں جو کسی نہ کسی وجہ سے ناقابل فراموش یادوں کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ مکرم عبدالمنان صاحب دہلوی نے اپنی ایسی ہی بعض یادیں تین چھوٹی چھوٹی کتابوں میں شائع کی ہیں۔ آپ کو لمبا عرصہ حضرت مصلح موعودؓ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں افسر حفاظت کے طور پر خدمت کی سعادت حاصل ہے۔ ان کتب کا نام انہوں نے "احمدی بچہ" رکھا ہے۔ حالانکہ اس میں صرف ان کے بچپن کے ہی حالات نہیں اور نہ یہ کتب صرف بچوں کے لئے ہیں۔ شاید انہوں نے اس لئے یہ نام رکھا ہے کہ ہر انسان خواہ وہ کسی بھی عمر کا ہو اول و آخر بچہ ہی ہوتا ہے۔ ہمیں اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث یاد آ رہی ہے جب آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ آپ اسے اونٹنی کا ایک بچہ تحفہ میں دیں گے۔ تو اس نے عرض کیا کہ حضور میں بچے کو لے کر کیا کروں گا تو حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اونٹ خواہ بڑا ہی ہو وہ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔ بہرحال اس وقت مکرم عبدالمنان صاحب دہلوی کی کتاب "احمدی بچہ نمبر ۳" میں سے بعض دلچسپ واقعات قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔ آپ بھی اپنی زندگی کے دلچسپ، مفید اور ایمان افروز واقعات۔ تجربات۔ مشاہدات وغیرہ لکھ کر ہمیں بھجوائیں ہم انشاء اللہ انہیں الفضل کی زینت بنائیں گے

۔ (مدیر)

مضطر کی دعا

میں اپنے کاروبار کے لئے عارضی طور پر لائلپور (جسے اب فیصل آباد کہتے ہیں) میں قیام پذیر تھا۔ ہر جمعرات کی شام ربوہ آ کر بال بچوں کی خیریت معلوم کر جاتا۔ ایک روز جب میں ربوہ آیا تو اپنی رفیقہ حیات کو علیل پایا، نوزائیدہ بچی شمس النساء کی دیکھ بھال کے لئے بھی کسی مرد کا ہونا ضروری تھا اس لئے میں اہل خانہ کو اپنے ساتھ فیصل آباد لے گیا کیونکہ بار بار کے سفر سے کاروبار متاثر ہو رہا تھا۔

فیکٹری ایریا (گنگا سہائے ملز) میں بڑی سفارش کے بعد ایک چھوٹا سا کوارٹر ملا جس کا ۲۰ روپیہ ماہوار کرایہ تھا۔ پیشگی کرایہ ادا کر کے میں نے یہ کوارٹر لے لیا۔ اس کی مکانیت کچھ اس طرح پر تھی۔ ایک کمرہ جس میں ایک چارپائی کے علاوہ تھوڑا سا گھریلو سامان رکھا جا سکتا تھا۔ برآمدہ جسے دن کو باورچی خانہ کے طور پر استعمال کیا جا سکتا تھا۔ رات کو اس میں چارپائی بچھا کر لیتا جا سکتا تھا اور صحن میں اول تو ایک ورنہ زیادہ سے زیادہ دو چارپائیاں بچھانے کی گنجائش تھی اور ہم نو افراد خانہ تھے۔

ایک دن کا ذکر ہے، موسم ابر آلود دیکھ کر بچوں کو سر شام ہی کمرہ میں لٹا دیا اور نمازوں سے فارغ ہو کر برآمدہ میں چارپائی پر لیٹ گیا۔ اتنے میں سخت طوفان باد و باراں نے آ لیا۔ تھوڑی دیر بعد بارش شروع ہو گئی۔ سوئے اتفاق دیکھئے کہ برآمدہ کی چھت میں ایک سوراخ تھا۔ پانی کی نکاس کے لئے چھت پر پرنالہ بھی نہیں تھا۔ لہٰذا تمام چھتوں کا پانی اکٹھا ہو کر اس سوراخ کے ذریعے میری چارپائی پر گرنا شروع ہو گیا۔ سوراخ بڑھتا گیا آخر میں نے اپنا بستر لپیٹنا شروع کر دیا۔ کرتا بھی اور کیا اس کے بغیر چارہ کار بھی نہ تھا حتیٰ کہ ننھی منی بچی کو گود میں لئے سرکتے سرکتے سرہانے پر جا بیٹھا اور پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہی حال میری بیوی کا تھا کہ صرف ایک چارپائی ہونے کی وجہ سے وہ بھی اس پر سکڑی سکڑائی لیٹی ہوئی تھی اس کے بعد اسی حالت میں بیٹھے بیٹھے صبح ہو گئی۔ تمام رات گریہ و زاری اور دعاؤں میں گزر گئی۔ میرے دل کا حال سوائے میرے خدا کے کسی کو معلوم نہ تھا۔ میرے اللہ نے میرے دل کا راز پا لیا اور سحر ہوتے ہی ہماری دلجوئی فرما کر رات کی تمام پریشانی آن واحد میں دور کر دی۔

بارش رک چکی تھی۔ اٹھ کر نماز فجر ادا کی۔ بچیاں ناشتہ تیار کرنے میں مصروف ہو گئیں اور میں تلاوت قرآن پاک کر رہا تھا کہ اتنے میں کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ میں نے باہر جا کر دیکھا تو باہر ایک احمدی دوست (فوڈ انسپکٹر) کھڑے تھے۔ سلام دعا کے بعد فرمانے لگے! صوبیدار صاحب کیا آپ کو مکان کی تکلیف ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! سخت تکلیف ہے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ پہلے یہ بتائیں کہ آپ کو کس نے بتایا ہے۔ فرمانے لگے پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کو مکان کی تکلیف ہے۔ میں نے مکرر عرض کیا کہ جی ہاں سخت تکلیف ہے۔ فرمانے لگے آیئے آپ میرے ساتھ چلئے۔ میں نے دریافت کیا کہ کہاں جانا ہے؟ فرمانے لگے آپ میرے ساتھ آئیں کنال روڈ پر آپ کو مکان دلوا دوں گا۔ اس کے بعد وہ صاحب محترم ڈپٹی کلکٹر چوہدری سردار احمد صاحب کی کوٹھی پر لے آئے۔ محترم چوہدری صاحب فرمانے لگے اگر آپ کو مکان کی ضرورت ہے تو آپ میری اس کوٹھی میں آ جائیں۔ میں نے رضامندی میں جواب دیا۔ فرمانے لگے کتنی دیر میں آ جائیں گے میں نے عرض کیا کہ بارہ بجے دوپہر تک پہنچ جاؤں گا۔ فرمانے لگے اچھا ٹھیک ہے، آ جایئے۔

خدا کا شکر ادا کرتا ہوا واپس گھر پہنچ گیا یہاں آ کر دیکھا کہ ناشتہ تیار ہے اور میرا انتظار ہو رہا ہے۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر یہ خوشخبری سنائی اور بتایا کہ دیکھو ہمارا خدا کتنی جلدی اپنے عاجز بندے کی دعا سنتا ہے۔ صبح ہوتے ہی بغیر کرایہ دیئے کنال روڈ پر بہت بڑی پختہ کوٹھی میں ہمارے قیام کا انتظام ہو گیا۔ یہ کوٹھی دو حصوں پر مشتمل تھی۔ اگلا حصہ ہمیں مل گیا جس میں ایک بڑا ہال کمرہ تھا۔ صحن ایک کنال سے زیادہ رقبے میں بہت کشادہ و عریض جس میں چاروں طرف آم اور لیموں کے درخت۔ تھے جن پر پھل موجود تھا۔ اس کے علاوہ گلاب اور موتیا کے کافی پودے بہار دے رہے تھے۔ ان پر بکثرت پھول کھلے ہوئے تھے۔

محترم چوہدری صاحب عموماً دورے پر رہتے تھے جب کبھی تشریف لاتے تو آپ کا ملازم ساتھ ہوتا تھا وہی چوہدری صاحب کا کھانا تیار کرتا اور اس کے علاوہ گھر کے تمام کام کاج کرتا تھا۔

میں نے چوہدری صاحب کی کوٹھی میں بہت آرام و سکون سے دن گزارے اور بالآخر مجھے ربوہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہو گیا۔

—○○—

نور محمدیؐ

۱۹۷۴ء کے اوائل میں عاجز ایک غیر از جماعت عزیز کی وفات پر تعزیت کے لئے ربوہ سے موضع میانی ضلع سرگودھا گیا۔ میانی کے دوران قیام ایک دن حکیم محمد رمضان صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ سے ملنے ان کے مطب پر چلا گیا۔ حکیم صاحب مریضوں کو دیکھنے میں اس انہماک سے مصروف تھے کہ انہیں میری آمد کا علم بھی نہ ہو سکا۔ میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ مریض اتنی کثرت سے آ جا رہے تھے جیسے شہد کی مکھیاں اڑانے کے باوجود گرتی جاتی ہیں۔

خداتعالیٰ نے حکیم صاحب کے ہاتھ میں خاص شفا رکھی ہے۔ ان کی طرف مریضوں کا اس کثرت سے رجحان دیکھ کر حاسد حکیموں نے ان کی دوکان کے چاروں طرف دوکانیں کھول کر انہیں گھیرے میں لے رکھا تھا۔ اس کے باوجود مریض تھے کہ ان حکیموں کے حصار کو توڑتے پھلانگتے چلے آ رہے تھے۔ انہیں حکیم صاحب پر کامل اعتماد تھا۔ باقی حکیم بیٹھے مکھیاں مار رہے تھے۔

اس دوران میں ایک عجیب اور ایمان افروز واقعہ پیش آیا۔ میری نشست سے تھوڑے فاصلے پر یہاں کے ایک سفید پوش اور سفید ریش بزرگ بھی بیٹھے ہوئے دوا لینے کے منتظر تھے۔ یہ بزرگ موضع احمداں والا نزد قصبہ میانی کی ایک مسجد کے پیش امام تھے۔ آپ ایک ساتھی سے مخاطب ہو کر آہستگی سے یوں گویا ہوئے کہ "دیکھو مرزائی حکیم کافر ہے نا اسی لئے اس کی شکل بھی مسخ ہو کر رہ گئی ہے"۔ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ حکیم محمد رمضان صاحب کے سفید چہرہ پر کشادہ ڈاڑھی ان کی شخصیت اور نورانی چہرہ کو ہزاروں کے اژدہام میں بھی نمایاں کرتی ہے۔ اگر مولوی صاحب اور حکیم صاحب کو برابر کھڑا کر کے کسی غیر جانبدار منصف سے فیصلہ کرایا جائے تو وہ حکیم صاحب کے حق میں ووٹ دے گا۔

اس کے بعد میری طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہنے لگے "یہ دیکھو کیسا نورانی چہرہ ہے۔ نور محمدیؐ چہرہ سے نمودار ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ"۔

میں خاموش بیٹھا مولوی صاحب کی یہ گفتگو سنتا رہا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ بالفرض مولوی صاحب نے مجھ سے دریافت کر لیا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ تو پھر سارا مزہ کرکرا ہو جائے گا۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ مولوی صاحب مجھ سے مخاطب ہوئے اور دریافت کرنے لگے کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ مولوی صاحب کے سوال پر میں نے جواباً عرض کیا کہ ربوہ سے آیا ہوں۔ میرا جواب سن کر مولوی صاحب چونک پڑے اور دوبارہ تعجب سے سوال کیا کہ کہاں سے؟ اس پر میں نے پھر جواب میں بتایا کہ جناب ربوہ سے۔ بس! پھر تو جیسے مولوی صاحب کو سکتہ ہو گیا۔ اس کے بعد جتنا عرصہ مولوی صاحب دوکان پر بیٹھے رہے بالکل چپ سادھ لی۔ معلوم نہیں پھر ان کے خیال میں میرے چہرے کا نور محمدی کیا ہوا؟۔

حقیقت کبھی بھی پوشیدہ نہیں رہتی۔ ضرور عیاں ہو کر رہتی ہے۔ متعصب لوگوں کو جب تک علم نہ ہو کہ یہ میرا ہم سفر یا ہم جلیس کون ہے؟ اس وقت تک ان کے دل بھی اندر سے بول رہے ہوتے ہیں کہ یہ نورانی چہرہ ہے۔ مگر جونہی یہ علم ہو جائے کہ یہ صاحب احمدی ہیں پھر فوراً ہی تعصب کی عینک پہن کر اس میں سے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بزبان حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے

مولوی صاحب کے رخصت ہونے پر میں نے حکیم صاحب سے دریافت کیا کہ یہ بزرگ کون تھے؟ حکیم صاحب نے بتایا کہ یہ احمداں والا کی مسجد کے پیش امام ہیں۔ میں نے حکیم صاحب کو بتایا کہ آپ کے متعلق مولوی صاحب کا یہ خیال ہے۔ اس پر حکیم صاحب مسکراتے ہوئے کہنے لگے کہ مولوی صاحب ہیں تو متعصب! مگر علاج کے بارے میں میرے ہی معتقد ہیں۔ ہم تو مولوی صاحب سے محبت اور خوش خلقی سے ہی پیش آتے ہیں۔ مولوی صاحب جو جی چاہے کہتے رہیں۔ مجھے حکیم صاحب کا یہ انداز گفتگو اور حسن اخلاق بہت ہی پسند آیا۔

—○○—

درد شقیقہ

ربوہ ۱۹۵۲ء کا ذکر ہے میرے نصف سر میں ایک ماہ تک شدید درد ہوتا رہا۔ نومبر کا مہینہ تھا ایک طرف سردی اور دوسری طرف درد کی شدت، طبیعت میں سخت اضطراب و بے چینی، سکون مفقود ہو گیا۔ فجر سے لے کر زوال کے وقت تک کمرہ بند کر کے لحاف اوڑھ کر لیٹا رہتا تھا۔ نہ کسی سے بات کرتا اور نہ ہی کچھ کھانے پینے کو جی چاہتا تھا۔

ایک دن عصر کے وقت محترم ظفرالاسلام صاحب انسپکٹر بیت المال صدر انجمن احمدیہ اپنی عینک درست کروانے کے لئے میری دوکان پر تشریف لائے۔ ملاقات کے دوران میں میں نے ان سے ذکر کیا کہ میں سر درد کی وجہ سے بیمار پڑا ہوا ہوں۔ میرے نصف سر میں درد ہوتا ہے۔

محترم ظفرالاسلام صاحب نے مجھے اپنا واقعہ سنایا کہ میرے بھی نصف سر میں درد رہتا تھا ایک دن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس امر کی شکایت کی۔ اس پر حضور نے فرمایا اپنی نظر ٹسٹ کراؤ۔ نظر کی کمزوری سے بھی سر میں درد رہتا

باقی صفحہ نمبر ۴ پر ملاحظہ فرمائیں

1 HOUR
PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK
ROAD, SOUTHFIELDS,
LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

SELF SERVICE/
COIN OPERATED
LAUNDERETTE AND DRY
CLEANING FACILITIES
J & L LAUNDERETTE
159 PARK ROAD
KINGSTON UPON THAMES

سیرت المہدیؑ کا ایک ورق

(حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے قلم سے)

اخلاق فاضلہ میں سے شجاعت و استقامت بھی دو بڑے خلق ہیں اور ان دونوں میں باہم غیر منفک رشتہ ہے۔ کمال شجاعت یہی ہے کہ اس کے ساتھ استقامت بھی ہو۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ کسی وقتی جوش کے ماتحت یا اضطراری حالت پیدا ہو جانے پر ایک کمزور سے کمزور اور بزدل انسان بھی دلیر ہو جاتا ہے لیکن اگر اس قوت شجاعت کے ساتھ استقامت نہ ہو تو وہ ایک فوری ظہور اسی قوت شجاعت کا ہو گا اور وہ اخلاق فاضلہ کے سلسلہ میں نہیں آسکے گی۔

علاوہ ازیں ایک شخص میدان جنگ میں ممکن ہے جوہر شجاعت کی داد دے سکتا ہو لیکن گھر کے معمولی معاملات اور ابتلاؤں میں وہ ایسا بودا ہو کہ اس کا سکون خاطر معمولی سی تحریک سے برباد ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب تک ہم کسی شخص کی سیرۃ میں ان دونوں قوتوں کا پورا ظہور نہ دیکھ لیں یہ کہنا مشکل ہو گا کہ وہ شجاعت کے جوہر سے آراستہ ہے اور یہ تو میں فلسفہ اخلاق کی بحث ہی میں بیان کر آیا ہوں کہ کوئی خلق خلق ہو ہی نہیں سکتا جب تک موقع اور محل پر اس کا صدور نہ ہو اور اس شخص میں وہ قوتیں بھی ہوں جو اس خلق کے کمال کے لئے ضروری ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے اخلاق فاضلہ کے حسن سے مزین کر کے بھیجا تھا۔ اسی لئے کہ آپ اس زمانہ میں احیاء اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کے اسوہ کو ظاہر کرنے کے لئے آئے تھے۔ آپ کی زندگی میں شجاعت واستقامت کے ظہور کے بہت سے موقع آئے اور کسی ایک موقع پر بھی آپ سے کوئی ایسا فعل یا حرکت سرزد نہیں ہوئی جو شان استقامت یا جوہر شجاعت کے خلاف ہوتی۔

شجاعت کے بھی مختلف ظہور ہوتے ہیں کہیں صبر کے رنگ میں جلوہ گر ہوتی ہے اور کہیں ضبط نفس کی صورت میں۔ میں حضرت کی شجاعت و استقامت کو مختلف واقعات کی روشنی میں پیش کروں گا۔ وباللہ التوفیق۔

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو قوت قلب اور استقامت حاصل تھی آپ خود اس کو محسوس کرتے اور اپنی سچائی کی ایک زبردست دلیل سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"جو لوگ ہمارے مخالف ہو کر ہمکو گالیاں دیتے ہیں اور دجال اور کافر کہتے ہیں ہم اس کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آدمی کو نور فطرت اور قوت فیصلہ عطا کی ہے۔ پاخانہ جو آدمی کے اندر سے نکلتا ہے اس کی بدبو وہ خود بھی محسوس کرتا ہے۔ پس جبکہ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے اور پکا قاعدہ ہے پھر جھوٹ جو اس پاخانہ سے بھی بڑھ کر بدبو رکھتا ہے۔ کیا اس کی بدبو جھوٹ بولنے والے کو نہیں آتی؟ ضرور آتی ہے۔ پھر میں سمجھ نہیں سکتا کہ ایک مفتری علی اللہ اس قدر قوت اور استقلال کے ساتھ اپنے دعوے کو پیش کرے جو ہمیشہ صادق کا خاصہ ہے۔ پھر ان کی پیش وقت کیونکر جا سکتی ہے؟ اور وہ میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ اگر میں خدا کی طرف سے نہ آیا ہوتا اور اس نے ہی مجھے مامور نہ کیا ہوتا تو تم ہی بتاؤ کہ اس قدر گالیاں اور اس قدر شور و شر اور مخالفت یہاں تک کہ میرے قتل کے فتوے. قتل عمد کے مقدمے جو میرے خلاف بنائے گئے۔ ان بلاؤں اور مصیبتوں کو اپنے اوپر لینے کی کس کو ضرورت ہو سکتی ہے؟ کبھی کوئی برداشت نہیں کر سکتا کہ اس قسم کے گند سے بھرے ہوئے اشتہار اور گالیوں کے خطوط جو بھیجے جاتے ہیں سنا کرے۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ میرے اختیار کی بات نہیں ہے۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے چونکہ اس نے خود ہی اس سلسلہ کی بنیاد رکھی ہے۔ اس نے ہی وہ قوت قلب کو عطا کی ہے کہ یہ ساری مصیبتیں اور مشکلات میرے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی ہیں اور مجھے معلوم بھی نہیں ہوتا کہ کس کو کیا کہتے ہیں۔ پس خود ہی سوچ کر دیکھو کہ یہ شوکت. یہ قوت، یہ استقلال مفتری کو مل سکتا ہے؟ میں تو کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ مفتری ہو اور یہ قوت پالے۔ (۱۰ فروری ۱۹۰۱ء)

یہ شعور اور بصیرت جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی اور آپ کے قلب مطہر میں اس قدر قوت و استقامت تھی کہ آپ کو یہ معلوم بھی نہ ہوتا تھا کہ کس کو کہتے ہیں۔ یہ خارق عادت استقامت جیسا کہ آپ نے فرمایا مفتری اور کاذب کو نہیں مل سکتی بلکہ اس کا اصل مظاہرہ انہیں لوگوں میں ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے آتے ہیں اور یا پھر ان لوگوں کو ملتی ہے جو خدا کی طرف سے آنے والوں کی پاک صحبت میں بیٹھ کر اپنی تطہیر اور تزکیہ نفس کا موقعہ پاتے ہیں۔ ایک طرف غور کرو کہ آپ اس استقامت اور سکینت کو صادق کا نشان اور اپنے قلب میں اس کا موجود ہونا ظاہر فرماتے ہیں۔ دوسری طرف ایسے واقعات اور حالات پیش آتے ہیں کہ اس قوت کے ظہور اور نشوونما کا صاف صاف پتہ لگ سکے۔ اور پھر صلحائے امت میں سے ایسے لوگ ہیں جو علم النفس کے ماہر ہیں۔ اور ہر قسم کی کیفیات اور جذبات کو دیکھ کر صادق اور کاذب میں فرق کرتے ہیں۔ دیکھو وہ کیا کہتے ہیں؟

حضرت مخدوم الملۃ کے تاثرات و مشاہدات

اسی سلسلہ میں سب سے اول میں حضرت مخدوم الملۃ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کے تاثرات و مشاہدات کو پیش کرتا ہوں۔ حضرت مخدوم الملۃ کا مقام جماعت میں عنداللہ جو تھا وہ اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ ان کا نام "مسلمانوں کا لیڈر" رکھا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"عزیزو! ممکن ہے تم میں سے کسی نے کسی راستباز کی پاک صحبت پائی ہو یا اولیاء اللہ کی کتابیں پڑھی ہوں۔ ایسا شخص جانتا ہے کہ عظیم الشان دولت جس کے لئے سالک تڑپتے ہیں۔ وہ سکینت، وقار، استقامت، طمانیت اور ایمنی قلب ہے کہ روح میں ایسی جمعیت پیدا ہو جاوے کہ زمانہ کا کوئی زلزلہ اور صرصرا سے جنبش نہ دے سکے۔ تم جانتے ہو کہ یہ عالم قباحتوں اور کدورتوں اور رنجوں کا عالم ہے۔ ہر ایک اپنے دل میں دیکھے کہ ذرا کوئی بات مزاج کے خلاف سننی پڑے تو دماغ سراسیمہ اور دور از کار کارفتہ ہو جاتا ہے۔ ہادی کامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نگاہ کرو کہ مکہ معظمہ میں کس قدر زہرہ گداز دکھ اٹھائے۔ پھر اسی ایک استقامت اور سکینت کو دیکھو جو آپ کے حال سے عیاں ہوتی ہے اگر آپ ابنائے زمانہ کی طرح رنجوں کو محسوس کرتے تو کچھ نہ کر سکتے۔ قرآن کی وحی ان دکھوں، ابتلاؤں، ایذاؤں، گالیوں اور دوستوں کے قتل کے اوقات میں ہو رہی ہے۔ اور اس کی نسبت دعویٰ ہو رہا ہے۔ "لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا" کیا ممکن ہے کہ اس پاک اور مبارک وحی کے نظام میں الفاظ میں یا معانی میں کوئی خلل ہو۔

یہ بات بتاتی ہے کہ کس قدر استقامت اور قوت قلب آپ میں تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ جیسے ہمیں یہ فخر ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی معجزہ تھی۔ معاً بڑے فخر سے اس بات کو ظاہر کرتا ہوں کہ اس پاک زندگی کا نمونہ ہم میں ہمارے امام ہمام مسیح موعود علیہ السلام ہیں یہ ہے ثبوت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ نبی ہونے کا کہ آپؐ کے اتباع کی زندہ برکتیں ہر زمانہ میں موجود ہیں۔

میں اس وقت ایک نازک مقام پر کھڑا ہوں۔ اگر میں بایں حالت خدا کے گھر میں خدا کی کتاب ہاتھ میں لے کر خدا کے مسیح موعودؑ کے سامنے کھڑا ہو کر جھوٹ بولتا ہوں تو پھر مجھ سے بڑھ کر کوئی لعنتی نہیں ہو سکتا۔

راستی سے کہتا ہوں کہ میں اس برگزیدہ امام کے وجود میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال کو ایسا زندہ دیکھتا ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ دوبارہ خود رسول کریم تشریف لے آئے ہیں۔ مجھے اس دعویٰ کا فخر حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت امام کی اندرونی زندگی سے واقف ہونے کا زیادہ موقعہ دیا ہے اور یہی وہ بات ہے جس نے مجھے آپ کی صداقت پر بڑا بھاری یقین دلایا ہے۔ میں نے آپ کے ہر معاملہ میں وہ استقامت کوہ وقاری، اور متانت اور سکینت اور جمعیت اور طمانیت دیکھی ہے جو صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھی۔ ہتھکڑیوں کی دھمکی، قتل کے منصوبے. قتل عمد کے جھوٹے مقدمے، کفر کے فتوے. ناپاک اور خطرناک گالیوں کے اشتہار اور خطوط آئے۔ جن کو دیکھ کر اور سن کر انسان کا دماغ پریشان ہو جاتا ہے اور ایسی ایسی ناسزا باتیں پیش آتی ہیں جو بڑے بڑے متین آدمی کو بھی حیران کر دیتی ہیں مگر کبھی نہیں دیکھا گیا کہ حضرت اقدس نے پیشانی پر بل ڈال کر اسی اثناء میں کسی کی طرف دیکھا ہو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بسا اوقات بعض مکدر امور کی وجہ سے اداس ہوا ہوں۔ مگر حضرت کے پاک اور بشاش چہرے کو دیکھ کر طبیعت ایسی مسرور اور منشرح ہو گئی ہے۔ گویا بڑی عظیم الشان خوش بختی کا نظارہ دیکھا ہے۔ الغرض یہ پاک انسان گھر میں بیٹھا ہے جب بھی خوش اور دوستوں کے درمیان ہے تو خوش و خرم۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ خلاف عادت فطرت منجانب اللہ ہونے پر دلالت نہیں کرتی تو کہاں سے آئی۔

بازار میں کسی دکان پر بیٹھ کر دیکھو کہ راہرو کتے کی طرح ادھر ادھر دیکھتے جاتے ہیں۔ تم دیکھو گے کہ جب یہ خدا کا مامور چلتا ہے تو کس طرح پر، متانت کے ساتھ، نظر بر پشت پا دوختہ، گویا وقار اور متانت کا ایک پہاڑ ہے۔ تم نے کبھی نہ دیکھا ہو گا کہ سگ فطرت آدمی کسی جمعیت کے ساتھ ایک رخ کو جاتا ہو۔ مگر حضرت اقدس ہیں کہ کبھی دائیں بائیں نہیں دیکھتے۔ یہ قوت قلب اور سکینت بتاتی ہے کہ ایک معشوق ذوالجلال ایسا سامنے ہے کہ نگاہ اس سے ہٹتی ہی نہیں۔ اہل دنیا نے چونکہ وہ معشوق دیکھا ہی نہیں اس لئے ان کو وہ سکون اور وقار کہاں؟"

حضرت مولوی عبدالکریمؓ کی شہادت ایک دوسرے موقعہ کے متعلق

حضرت مخدوم الملۃ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے جولائی ۱۸۹۹ء کے شروع میں ایک خط احباب کے نام لکھا۔ اس میں آپ نے مکرمی حضرت محمد صادق صاحب سے ایک مجلس کا ذکر فرمایا۔ اور حضرت اقدس کی شان استقامت پر ایک بصیرت افروز تقریر کی۔ جس کو میں انہی کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں:

NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES

376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

ASIAN AND ENGLISH
JEWELLERY
BEST DISCOUNTS
MEDINA
JEWELLERS
VAT REGISTERED
8 CALARENDEN ROAD
WHALLY RANGE
MANCHESTER M16 8LS
061 232 0526

"آج صبح ہی میں عزیز برادر مفتی محمد صادق سے کہ رہا تھا کہ منجملہ ان بے شمار سبقوں کے جو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک زندگی سے سیکھتے ہیں ایک بڑا بھاری سبق جس کی ہمیں انسان اور تمدنی انسان بننے کے لئے اس عالم میں ضرورت ہوتی ہے۔ وہ کیا ہے؟ استقامت۔ اور ہر قسم کی زلزلہ ڈالنے والی اور ہمت کی کمر کو ڈھیلا کر دینے والی اور جی کو ہرا کر بٹھا دینے والی شدتوں اور فتنوں اور ابتلاؤں کے مقابل فوق العادت صبر۔ اخلاق پر لکھنے والوں نے اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے اور اس قوت کے زندہ رکھنے کے لئے اور نشوونما دینے کے لئے بہت سی تدابیر لکھی ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ زندہ نمونہ اور فعلی کامل کی عملی زندگی سے بہتر کوئی نمونہ نہیں ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ کس قدر خوفناک [illegible] ہمارے پیارے [illegible] کے سامنے [illegible] ہیں۔ بعض اوقات کسی سمت سے چونکا دینے والی خبر کان میں پڑتی ہے اور کبھی ایک معمولی انسان کو قطعاً مایوس ہونے والی بات واقع ہو جاتی ہے۔ مگر یہ کیسا قلب ہے کہ اسے جنبش تک نہیں ہوتی۔

پیش نظر کتاب کی تصنیف میں پیش دست شغل کا انجام میں کوئی روک اور کوئی تردد رونما نہیں ہوتا۔ پانچ وقت مسجد میں آتے ہیں اور لطف و کرم اور بسط و بے تکلفی سے باتیں کرنے میں کوئی فرق پڑ جائے۔ اندر گھر میں بچوں کے معمولاً سوال پر سوال کر کے دق کرنے اور ستانے سے کوئی چڑچڑا پن کا نشان دکھائے۔ اپنی محترم رفیقہ سے کسی وقت ایسی آواز ہی سے بول اٹھے جس سے درشتی اور کرختگی کی بو آئے ان باتوں میں سے کبھی بھی کوئی آشکارا نہیں ہوتی۔

مجھے خوب یاد ہے کہ جس روز ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب قادیان میں حضرت کے مکان کی تلاشی لینے کے لئے آئے تھے اور قبل از وقت اس کا کوئی پتہ اور خبر نہ تھی اور نہ ہو سکتی تھی اس کی صبح کو کہیں سے ہمارے میر صاحب (حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ۔ عرفانی) نے سن لیا کہ آج وارنٹ ہتھکڑی سمیت آئے گا۔ میر صاحب حواس باختہ سراز پانسناختہ حضرت کو اس کی خبر کرنے اندر دوڑے گئے اور غلبہ رقت کی وجہ سے بمشکل اس ناگوار خبر کے حصے بیان کئے۔ حضرت اس وقت "نور القرآن" لکھ رہے تھے اور بڑا ہی لطیف اور نازک مضمون در پیش تھا۔ سر اٹھا کر اور مسکرا کر فرمایا کہ:

"میر صاحب! لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی اور سونے کے کنگن پہنا ہی کرتے ہیں۔ ہم سمجھ لیں گے ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لیں گے"۔

پھر ذرا تامل کے بعد فرمایا:

"مگر ایسا نہیں ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ کی اپنی گورنمنٹ کے مصالح ہوتے ہیں۔ وہ اپنے خلفائے مامورین کی ایسی رسوائی پسند نہیں کرتا۔

میں دہلی، پٹیالہ، لدھیانہ، امرتسر، لاہور، سیالکوٹ، کپورتھلہ، اور جالندھر کے سفروں میں ساتھ رہا ہوں۔ کیا کیا ناگوار ان موقعوں پر پیش آئے اور اسد اللہ غالب نے کس بے التفاتی سے انہیں دیکھا۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ:

مجھے ان اداؤں نے اور کہیں کا نہیں رکھا

ہر روز قوم ناسپاس کی طرف سے ایک دل دکھانے والی بات تحریراً و تقریراً واقع ہو جاتی ہے مگر مامور الٰہی کے قدم میں ذرا لغزش پیدا نہیں ہوتی۔ بر خلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ عام حالت انسان کی یہی ہے کہ ذرا سے تکدر اور خفیف سی نامرادی پیش آنے پر حواس میں خلل آ گیا ہے۔ کام چھوٹ گیا ہے کھانے پینے میں فرق آ گیا ہے ہاضمہ بگڑ گیا ہے۔ گھر میں بولتے ہیں تو سڑی کی طرح اسے گھور، اسے مار، غرض سب تانا بانا ادھڑ جاتا ہے"۔ (اخبار الحکم قادیان، ۲۱ جون ۱۹۳۴ء صـ ۳، ۴)

تصحیح

الفضل یکم جولائی کے شمارہ میں صفحہ ۱۱ کالم ۴ میں مختصرات کے تحت آخری فقرہ یوں پڑھا جائے:

"اگر مسلمان حکومتوں نے میری آواز اور نصیحت پر کان دھر کر جہاد کیا ہوتا تو آج بوزنیا کے وہ حالات نہ ہوتے جو اب نظر آ رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ مسلمان حکومتوں نے اس بروقت انتباہ اور نصیحت پر عمل نہیں کیا"۔

(ادارہ)

Muslim Television dedicated to the spread of the Unity of God throughout the world.

Muslim MTV AHMADIYYA

Satellite transmission for 12 hours daily to the Middle East [Eastern], Asia and Far East - Monday to Sunday 7 am [7.00 hours] to 7 pm [19.00 hours] GMT as well as live transmission to the above areas and also Europe, North Africa and the Middle East - Monday to Thursday 1.15 pm [13.15 hours] to 3.55 pm [15.55 hours] GMT and Friday to Sunday, 12.45 pm [0.45 hours] to 3.55 pm [15.55 hours] GMT

Friday Sermon by Hadhrat Mirza Tahir Ahmad - Khalifatul Masih IV - Fridays between 1.15 pm [13.15 hours] to 2.40 pm [14.30 hours] GMT

For further information contact:
The Manager, MTA
Muslim Television Ahmadiyya,
16 Gressenhall Road, London SW18 5QL
Telephone: + 44 - 81 - 870 - 0922
Fax: + 44 - 81 - 870 - 0684

For advertising information, please contact:
Naeem Osman Memon,
MTA - Muslim Television Ahmadiyya,
16 Gressenhall Road, London SW18 5QL

Telephone London
081 874 8902 / 081 875 1285
Fax: London 081 875 0249

بقیہ شہاب نامہ کا تجزیہ از ۱۹

تسلی بخش نہیں اس لئے میں معاہدے پر دستخط نہیں کر سکتا۔ اس صورت کے پیش نظر حکومت پاکستان فیصلہ کرے گی کہ پاکستان اس معاہدے میں شامل ہو سکتا ہے یا نہیں! چونکہ پاکستان کانفرنس میں برابر شریک رہا تھا اور باقی سب امور کے متعلق ہمارا نقطہ نگاہ تسلیم کر لیا گیا تھا لیکن اس اہم ترین مسئلہ کے متعلق جو صورت تھی وہ ہمارے لئے تسلی بخش نہ تھی اور آخری اجلاس جس میں معاہدے پر دستخط کئے جانے والے تھے شروع ہونے والا تھا اور حکومت کی ہدایت حاصل کرنے کے لئے وقت نہیں تھا۔ میں نے صرف یہ ذمہ داری لی کر معاہدے کا مسودہ حکومت پاکستان کو بھیج دیا جائے کہ وہ [illegible] معاملے کے متعلق [illegible] وزیر اعظم [illegible] فیصلہ کرے گی چنانچہ مسودہ پر اس بات کو واضح کرنے کے لئے میں نے حسب ذیل عبارت لکھ دی:

'Signed for the purpose of transmission to the Government of Pakistan for it to take its decision in accordance with its Constitutional Procedure'

اور وزیر اعظم کی خدمت میں تفصیلی رپورٹ بھی ارسال کر دی۔ کانفرنس کے ختم ہوتے ہی میں ہانگ کانگ، ٹوکیو اور سان فرانسسکو کے راستے نیویارک چلا گیا جہاں اقوام متحدہ کی اسمبلی کا سالانہ اجلاس شروع ہونے والا تھا۔ میری اطلاع کے مطابق جب سیٹو (Seato) میں شمولیت کا سوال کابینہ میں پیش ہوا تو آراء میں بہت اختلاف تھا لیکن بہت رد و کد کے بعد شمولیت کے حق میں فیصلہ ہوا"۔

(تحدیث نعمت۔ ۶۲۰، ۶۲۲)

یہ طویل اور واضح حوالہ اس کتاب کی اشاعت سے پہلے منصہ شہود پر آ چکا تھا۔ اگر شہاب صاحب واقعی اس "افواہ" کی تردید کے خواہاں ہوتے تو اس حوالہ کے حوالہ سے اس میں کامیاب ہو سکتے تھے مگر آپ نے ایسا کرنا پسند نہیں کیا اور "شہاب نامہ" میں وہی "افواہ" درج کر دی۔

○ ۔ شہاب صاحب نے ہالینڈ میں قیام کے دوران، چوہدری صاحب سے نہایت دوستانہ مراسم رکھے اور ان کی بزرگی کا بہت کچھ لحاظ بھی کیا مگر اپنے کم عمر بیٹے ثاقب کی معصوم شرارتوں کا سہارا لے کر چوہدری صاحب پر پھبتیاں کسنے میں بھی کسی جھجک کا مظاہرہ نہیں کیا اور چوہدری صاحب کی دوسری مطلقہ بیوی کے لبنانی بھائی کے حوالہ سے چوہدری صاحب کی کردار کشی کی بعض کوششوں کا حوالہ دینے میں بھی کوئی انقباض محسوس نہیں کیا! چوہدری صاحب کے سیدھے سادے جوابات کو بھی اپنی احمدیت دشمنی کے جذبات کی تسکین کے لئے استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ لکھتے ہیں:

"ایک روز قصر امن (Peace Palace) میں بین الاقوامی عدالت کا سالانہ استقبالیہ تھا۔ چوہدری ظفر اللہ خان بھی اس عدالت کے جج تھے۔ ہم نے دیکھا وہ قیمے کی گولیاں سرکے اور رائی کی چٹنی میں ڈبو ڈبو کر مزے سے نوش فرما رہے ہیں۔ میں نے عفت (بیگم شہاب) سے کہا کہ آج تو چودھری صاحب ہمارے میزبان ہیں اس لئے قیمہ ٹھیک ہی منگوایا ہو گا۔ وہ بولی ذرا ٹھہرو پہلے پوچھ لینا چاہئے۔

ہم دونوں چودھری صاحب کے پاس گئے۔ سلام کر کے عفت نے پوچھا چودھری صاحب یہ تو آپ کی ریسپشن ہے قیمہ تو ضرور آپ کی ہدایت کے مطابق منگوایا گیا ہو گا۔

چودھری صاحب نے جواب دیا ریسپشن کی انتظامیہ کا [illegible] ہے قیمہ [illegible] ہی لائے ہوں گے۔ [illegible] کباب چکھ کر دیکھو! عفت نے یہ قیمہ کے [illegible] گوشت کا شبہ بیان کیا تو چودھری صاحب بولے بعض موقعوں پر بہت زیادہ کرید میں نہیں پڑنا چاہئے۔ حضور کا فرمان بھی یہی ہے"

دین کے معاملات میں عفت بعض وقت بہت منہ پھٹ عورت تھی۔ اس نے نہایت تیکھے پن سے جواب دیا "یہ فرمان آپ کے حضور کا ہے یا ہمارے حضور کا"

(صـ ۱۰۶۷، ۱۰۶۸)

اس اقتباس میں طنز کی نشتریت بہت ہی زیادہ ہے حالانکہ چوہدری صاحب نے سادگی کے ساتھ حدیث نبوی کا حوالہ دیا تھا۔

ان کی اپنی سروس یعنی سی ایس پی کے کاڈر میں ان سے دو سینئر افسر ایسے تھے جو احمدی تھے۔ ایک تو ایم ایم احمد تھے اور دوسرے این اے فاروقی صاحب۔ این اے فاروقی جماعت لاہور سے تعلق رکھتے تھے اور احمدیوں کے زمرہ ہی میں آتے تھے۔ شہاب صاحب نے جہاں کہیں بھی ان دو سینئر بیوروکریٹ حضرات کا ذکر کیا ہے ان کے لہجہ کی تلخی ابھر کر سامنے آ گئی ہے۔ ان حضرات کا یہ کچھ بگاڑ تو نہ سکے مگر جہاں تہاں اپنی نفرت کا اظہار کر کے اپنے بغض کا اظہار ضرور کرتے رہے۔ اب شہاب صاحب اللہ کے ہاں چلے گئے ہیں۔ اس لئے ان کے ذاتی کردار و افعال کا تجزیہ کرنا شرافت سے بعید ہے۔ اس مضمون کا مقصد صرف یہ تھا کہ ان کے بغض کی اصل حقیقت بیان کر دی جائے تاکہ عام پڑھنے والا، جماعت احمدیہ کے خلاف کی گئی باتوں سے خواہ مخواہ برا اثر قبول نہ کرے۔ وما علینا الا البلاغ۔

" کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارک من علم و تعلم ۔ یعنی ہر ایک برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ پس بہت برکت والا وہ انسان ہے جس نے تعلیم کی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر بعد اس کے بہت برکت والا وہ ہے جس نے تعلیم پائی یعنی یہ عاجز۔ پس اتباع کامل کی وجہ سے میرا نام امتی ہوا اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام نبی ہو گیا"۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

"شہاب نامہ" کا تجزیہ

(پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی)

قدرت اللہ شہاب، اردو کے مشہور ادیب اور پاکستان کے نامور بیورکریٹ تھے۔ تقسیم ہند کے وقت آئی سی ایس سے منسلک ہوئے اور قیام پاکستان کے بعد سی ایس پی قرار پائے۔ ۱۹۵۲ء میں جھنگ میں ڈپٹی کمشنر تھے۔ پھر اوپر ہی اوپر چڑھتے چلے گئے۔ جب غلام محمد صاحب گورنر جنرل نے اسمبلیاں برخواست کیں تو یہ ان کے سیکرٹری مقرر ہوئے اور پھر سکندر مرزا اور ایوب خان کے زمانہ میں صدر کے سیکرٹری رہے۔ ملک کے اس نازک وقت میں، یہ طویل مدت تک ایوان صدر میں اہم عہدوں پر متعین رہے۔ عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ سیاسی جوڑ توڑ اور انقلابی الٹ پھیر میں ان کی ریشہ دوانیوں کا بھی دخل رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب! حفیظ جالندھری نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ ۔

جس جگہ انقلاب ہوتا ہے
قدرت اللہ شہاب ہوتا ہے

مگر شہاب صاحب نے اپنے شہاب نامہ میں اس الزام سے بریت کا اظہار کیا ہے۔

شہاب صاحب اردو کے چنیدہ افسانہ نگار شمار کئے جاتے تھے۔ ان کے افسانے "ڈپٹی کمشنر کی ڈائری" جو افسانے اور حقیقت کے درمیان کی کوئی شے ہے ادب میں خاصے کی چیز شمار کی جاتی ہے۔ "ماں جی" ان کی والدہ کا خاکہ ہے مگر اپنی سلاست اور حلاوت کی وجہ سے اردو کے ادب میں ممتاز درجہ رکھتا ہے۔ "یا خدا" ان کے تقسیم ہند کے پس منظر میں لکھا ہوا افسانہ ہے جس میں انسان کی بہیمیت، خود غرضی اور شیطانی طریق عمل کو موضوع بنایا گیا ہے۔

شہاب نامہ، قدرت اللہ شہاب کی خود نوشت داستان حیات ہے جو پہلی بار ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی یہ خود نوشت سوانح عمری ہے مگر اس کا انداز افسانوی ہے۔ زندگی کے بنیادی کوائف بھی اس افسانوی طرز بیان کی نذر ہو گئے ہیں مگر شہاب صاحب نے اس طویل اور ضخیم کتاب میں اپنی زندگی، اپنے نظریات اور اپنے تعصبات کو جی کھول کر بیان کیا ہے۔ آخری باب میں اپنی بعض صوفیانہ باتیں بیان کی ہیں اور اپنے باطنی تصرفات کا ذکر بھی کیا ہے۔

اس کتاب میں جو بات مجھے کھٹکی ہے وہ یہ ہے کہ شہاب صاحب نے جماعت احمدیہ اور جماعت کے اکابر کے خلاف بے بنیاد باتیں کی ہیں اور اپنے دلی بغض کا اظہار کیا ہے۔ اس بغض میں وہ یہاں تک حد سے گزر گئے ہیں کہ تاریخی شواہد کو بھی نظر انداز کر بیٹھے ہیں اور جہاں کہیں انہیں موقع ملا ہے جماعت احمدیہ کے اکابر کو خواہ مخواہ درمیان میں گھسیٹ لیا ہے۔ تاریخ سے آشنا قارئین تو ان کی اس بوالعجبی کو سمجھ سکتے ہیں مگر عام قاری ان کی شخصیت کے رعب میں آکر ان باتوں کو صحیح تسلیم کرنے پر مائل ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس مضمون میں شہاب صاحب کی ایسی بے سروپا باتوں کا جائزہ لینا مقصود ہے۔

CAN YOU SERIOUSLY AFFORD TO TRAVEL BY AIR WITHOUT FIRST CHECKING OUR PRICES? PHONE US FOR A QUOTE

ATLAS TRAVEL

THE TRAVEL AGENTS YOU CAN TRUST

061 795 3656

493, CHEETHAM HILL ROAD, MANCHESTER, M8 7HY

ریاست جموں و کشمیر کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کشمیر کے مہاراجوں کے ذکر میں لکھتے ہیں:۔

"مہاراجہ پرتاپ سنگھ بے اولاد تھا۔ اپنی جانشینی کے لئے اپنی برادری کا ایک لڑکا منتخب
جانشینی کے لئے اپنی برادری کا ایک لڑکا منتخب
کر کے متبنیٰ بنا رکھا تھا لیکن ہری سنگھ کے باپ راجہ امر سنگھ کو یہ بات گوارا نہ ہوئی کیونکہ وہ اپنے بیٹے کو ریاست کا وارث بنانا چاہتا تھا۔ اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے اس نے ریاست کے طول و عرض میں سازشوں کا جال بچھا دیا۔ اس سازباز میں راجہ امر سنگھ کو حکیم نور دین سے بڑی مدد ملی۔ "حکیم نور دین مہاراجہ رنبیر سنگھ کے زمانہ سے ریاست کا شاہی طبیب تھا۔ اس کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی کا دست راست بھی تھا"۔

(صفحہ ۳۵۸)

اس اقتباس میں سیدنا حضرت حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں جو خفیف لہجہ اختیار کیا گیا ہے اس سے قطع نظر، اس اقتباس میں ایسی مغالطہ انگیزی سے کام لیا گیا ہے کہ خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھئے۔ ذرا تاریخی شواہد دیکھئے کہ مہاراجہ گلاب سنگھ ۱۸۴۶ء تا ۱۸۵۷ء حکمران رہا۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ ۱۸۵۷ سے ۱۸۸۵ء تک تخت پر بیٹھا۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ ۱۸۵۸ء تا ۱۹۲۵ء حاکم رہا اور ہری سنگھ جس کی تخت نشینی کی "سازشوں" میں حکیم نورالدین صاحب بقول مصنف شریک رہے۔ ۱۹۲۵ء میں حضرت حکیم نورالدین صاحبؓ کی وفات کے بھی گیارہ برس بعد تخت نشین ہوا۔ تاریخی گواہی یہ ہے کہ حضرت حکیم نورالدین صاحبؓ ۱۸۹۲ء میں کشمیر سے رخصت ہو گئے تھے۔ اور ۱۸۹۳ء سے قادیان میں تشریف فرما تھے۔ ہری سنگھ ۱۸۹۵ء میں یعنی حضرت حکیم صاحبؓ کے کشمیر سے چلے آنے کے بھی دو برس بعد پیدا ہوا تھا۔ ان تاریخی شواہد کی روشنی میں شہاب صاحب کی بات کی حیثیت بوالعجبی سے زیادہ نہیں رہتی۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایسے ایسے ثقہ لوگ، اپنے تعصب میں اپنی آنکھوں پر جہالت کی پٹی باندھ لیتے ہیں۔

○ ۔ کشمیر کمیٹی کے ذکر میں لکھتے ہیں:۔

"۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں فنر ویو نام کی دو منزلہ کوٹھی میں ایک میٹنگ کے نتیجہ میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم کی گئی۔ اس میٹنگ میں جو حضرات شامل ہوئے ان میں علامہ اقبال، نواب سر ذوالفقار علی، خواجہ حسن نظامی، نواب گنج پورہ، نواب بانجپت، سید محسن شاہ، خان بہادر شیخ رحیم بخش، عبدالرحیم درد، سید حبیب، اسماعیل غزنوی، صاحبزادہ عبداللطیف اور اے آر ساغر کے نام سرفہرست تھے۔ چند دوسرے حضرات کے علاوہ وادی کشمیر کے نمائندے غالباً میرک شاہ بھی اس میٹنگ میں شریک ہوئے تھے۔ بدقسمتی سے صدارت مرزا بشیرالدین محمود نے کر ڈالی اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر بھی وہی بن بیٹھے"۔

(صفحہ ۳۶۰)

مصنف سے اپنا بغض چھپائے نہیں چھپا۔ صدارت مرزا بشیرالدین محمود احمد نے کر نہیں ڈالی تھی حضور کو متفقہ طور پر صدارت پیش کی گئی تھی اور پھر حضور صدر بن نہیں بیٹھے تھے تمام اکابر نے جن میں علامہ اقبال خاص طور پر نمایاں تھے حضور سے صدارت سنبھالنے کی درخواست کی تھی اور یہ دلیل دی تھی کہ حضور ہی اس عہدہ کے فرائض سے کماحقہ عہدہ برآ ہو سکتے ہیں کیونکہ جماعت احمدیہ کی تنظیم اور جماعت احمدیہ کے کارکن، حضور کے اشارے پر ہر قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں۔

مصنف نے اسی تسلسل میں لکھا ہے کہ:۔

"اس کمیٹی کے قائم ہوتے ہی مرزا بشیرالدین محمود نے ہر خاص و عام کو یہ تاثر دینا شروع کیا کہ اس کی صدارت میں اس کمیٹی کو قائم کر کے ہندوستان بھر کے سرکردہ مسلمان اکابرین نے ان کے والد مرزا غلام احمد قادیانی کے مسلک پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اس شر انگیز پروپیگنڈا کے جلو میں قادیانیوں نے انتہائی عجلت کے ساتھ اپنے مبلغین کو جموں و کشمیر کے طول و عرض میں پھیلانا شروع کر دیا"۔

(صـ ۳۷۰)

جہانتک "شرانگیز" پروپیگنڈہ کا تعلق ہے اس زمانہ کے اخبارات کشمیر کمیٹی کی کارگزاریوں کی تفصیل سے بھرے ہوئے ہیں۔ کہیں بھی کسی جگہ بھی یہ تاثر موجود نہیں کہ جماعت احمدیہ کے امام، اس کمیٹی کی صدارت کو اپنے مسلک کے لئے تصدیق کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ جماعت کو جو اپنے آپ کو خدائی سلسلہ سمجھتی ہے کسی کمیٹی کی تصدیق یا تکذیب کی ضرورت تھی، نہ ہے نہ ہوگی۔ ہاں کمیٹی کے قیام کا اولین مقصد یہ تھا کہ جماعت کی تنظیم کے تحت مسلمان رضاکار کشمیر میں کوچہ بہ کوچہ اور قریہ بہ قریہ پھیل جائیں اور ڈوگرہ راج کے مظالم کے خلاف آواز بلند کریں۔ سو جماعت کے مخلص اراکین نے یہ کام کیا اور انہیں یہی کرنا چاہئے تھا۔ جب کشمیر کمیٹی کے کام کا چرچا ہونے لگا اور مہاراجہ ہری سنگھ کو (جس کی تخت نشینی میں بقول مصنف جماعت کے پہلے خلیفہ کی سازشیں شامل تھیں) ریاست میں بے چینی کے آثار دکھائی دئے تو اس نے اپنے کانگرسی آقاؤں سے مدد طلب کی۔

دیکھتے ہی دیکھتے کانگرس کے پٹھو احرار میدان میں اترے اور کشمیر میں کشمیر کمیٹی کے کام کو ناکام بنانے پر مستعد ہو گئے۔ خود مصنف کے لفظوں میں "رئیس الاحرار مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری پونچھ شہر پہنچے اور اپنی خطیبانہ آتش بیانی" سے کام لیتے ہوئے شہر کی آبادی کو از سر نو مشرف بہ اسلام کیا۔

کشمیر کمیٹی نے مسلمانان کشمیر کی جو خدمات سرانجام دی ہیں ان سے کوئی کور چشم ہی انکار کر سکتا ہے اور دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ شہاب صاحب انہی کور چشموں میں شامل ہونے کو ترجیح دے رہے ہیں!

قیام پاکستان کے بعد آزادی کشمیر کی جنگ کے بارہ میں اظہار خیال کرتے ہوئے شہاب صاحب نے مجاہدین کی پیش قدمی رک جانے کی چار وجوہات بیان کی ہیں۔ ان کا انداز بیان یوں ہے:۔

ایک نظریہ تو یہ مشہور ہے دوسرا گمان یہ ہے، تیسرا قیاس یہ ہے اور چوتھی وجہ یہ بتائی جاتی ہے۔ مگر چوتھی وجہ بتاتے ہوئے ان کے اندر کا متعصب وجود باہر آگیا ہے کہ:

"بھائی ففتھ کالم کے علاوہ قادیانیوں کے ایک منظم گروہ نے بھی اس موقعہ پر مسلمانوں سے غداری کو عملی جامہ پہنانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا"

اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ:

"اصلی آزاد کشمیر گورنمنٹ تو ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے روز ہی قائم ہوئی تھی لیکن پونچھ میں جہاد کا رنگ اور رخ بھانپ کر غلام نبی گلکار نامی ایک کشمیری قادیانی نے بیس روز قبل ہی ۴ اکتوبر کو اپنی صدارت میں آزاد جمہوریہ کشمیر کے قیام کا اعلان کر دیا تھا۔"

آگے چاکر لکھتے ہیں:

"باور کیا جاتا ہے کہ بارہ مولا سے سرینگر کی جانب مجاہدین کی پیش قدمی سے قادیانیوں کے اپنے منصوبے خاک میں مل گئے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ یہ جنت ارضی بلاشرکت غیرے قادیانیوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ پاکستان جانے والی ہے تو انہوں نے ففتھ کالم کا روپ دھار کر اس امکان کو ملیامیٹ کر دیا میرے خیال میں یہ سب اندازے اور قیاس آرائیاں اپنی اپنی جگہ کسی نہ کسی حد تک حقائق پر مبنی ہیں۔ کشمیر کے محاذ سے مجاہدین کی غیر متوقع، بے محل اور بے وقت پسپائی ان سب وجوہات کا اجتماعی نتیجہ تھی!"۔

(صـ ۳۸۹، ۳۹۰)

شہاب کی سادگی پر غالب کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں!

SPECIALISTS IN 22 & 24 CARAT GOLD JEWELLERY

khalid JEWELLERS

10 Progress Building,
491 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HY
PHONE & FAX
061 795 1170

Al Fazl International Weekly, London
16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352 9587
TELEPHONE NO. 081-870 8517
FAX NO. 081-870 1095

اگر یہ اندازے اور قیاس آرائیاں ہیں تو یہ "حقائق پر مبنی" کیسے ہو سکتی ہیں؟ پھر اس درفنطنی کا کیا جواز ہے کہ قادیانیوں نے جہاد کشمیر کو اس لئے ملیامیٹ کر دیا کہ یہ "جنت ارضی بلا شرکت غیرے قادیانیوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ پاکستان جانے والی تھی؟" "قادیانی تو فرقان فورس کی شکل میں مدتوں پاکستان کے مجاہدین کے دوش بدوش لڑتے رہے! اور اس وقت بھی لڑتے رہے جب شہاب صاحب بزعم خود آزاد کشمیر کی حکومت کے سکرٹری جنرل بنے بیٹھے تھے!" شہاب صاحب کس کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں؟ تاریخی لحاظ سے غلام نبی گلکار صاحب کی آزاد کشمیر کی حکومت پہلی حکومت تھی اور اس حکومت کو مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر دونوں جانب کے کشمیریوں کی حمایت اور تائید حاصل تھی۔ قومی مفاد کا تقاضہ تھا کہ گلکار صاحب اس حکومت سے دستبردار ہو جاتے۔ وہ ہوئے اور پاکستان کی خاطر ہوئے؟ شہاب صاحب کے ہیرو تو اس وقت مقبوضہ کشمیر ہی میں تشریف رکھتے تھے اور مارچ ۱۹۴۸ء میں رہا ہو کر پاکستان تشریف لائے۔

○ ۔ کشمیر کی جنگ بندی کے باب میں شہاب صاحب نے بے پر کی اڑائی ہے کہ:

"دسمبر کے دوسرے نصف میں کراچی سے اچانک چوہدری غلام عباس اور سردار ابراہیم کو بلاوا آ گیا۔ میں بھی ان کے ہمراہ کراچی گیا۔ وہاں پر وزیر اعظم لیاقت علی خان کے ہاں ایک ہنگامی میٹنگ تھی جس میں وزیر خارجہ چوہدری ظفراللہ خان بھی موجود تھے۔ میں خود تو اس میٹنگ میں موجود نہ تھا لیکن بعد ازاں اس کا حال چوہدری غلام عباس کی زبانی سنا۔ دونوں کشمیری لیڈروں کو حکومت پاکستان کے اس فیصلہ سے آگاہ کیا گیا کہ کشمیر میں جنگ بندی کی تجویز مان لی گئی ہے۔ اور سیز فائر کے احکامات یکم جنوری ۱۹۴۹ء سے نافذ ہو جائیں گے۔ یہ فیصلہ کشمیری لیڈروں سے مشورہ کئے بغیر اور ان کو اعتماد میں لئے بغیر ہی کر لیا گیا تھا۔ غالباً دونوں لیڈر چھمب پر حملے کی تیاریوں سے کسی قدر آگاہ تھے۔ اس لئے چوہدری غلام عباس نے دریافت کیا کہ اس خاص موقع پر جنگ بندی کا فیصلہ تسلیم کرنے میں کون سی خاص وجوہات یا مصلحتیں ہیں؟ اس موضوع پر چوہدری غلام عباس اور چوہدری ظفراللہ خان میں خاصی گرما گرم بحث شروع ہو گئی بلکہ تلخ کلامی تک نوبت آ گئی لیکن فیصلہ اپنی جگہ برقرار رہا اور دونوں کشمیری قائدین اپنا سامنہ لے کر کراچی سے واپس آ گئے"۔

(صـ ۴۲۱)

اس پیراگراف کا مقصد بھی صرف یہ ہے کہ کشمیر میں "بے وقت" جنگ بندی کا الزام چوہدری ظفراللہ خان صاحب کے سر تھوپ دیا جائے حالانکہ دیکھا جائے تو یہ فیصلہ پاکستان کی کابینہ کا فیصلہ تھا لیاقت علی خان وزیر اعظم تھے، ظفراللہ خان وزیر خارجہ تھے۔ چوہدری غلام عباس اور سردار ابراہیم کی ان کے مقابلے میں کیا حیثیت تھی؟ فیصلہ تو بہر حال وزیر اعظم پاکستان کا چلنا تھا۔ شہاب صاحب بیورو کریٹ ہونے باوجود اس حقیقت سے کیوں آنکھیں بند کر رہے ہیں؟ کیا یہ تنہا ظفراللہ خان کا فیصلہ تھا؟ کیا کشمیری لیڈر اس فیصلہ پر یا کشمیر کی صورت حال پر اثر انداز ہونے کا بوتا رکھتے تھے؟ مگر شہاب صاحب کے تعصب کا کیا علاج؟ ظفراللہ خان تو ابتداء سے ہی "کشمیر کا فیصلہ کشمیر میں ہی ہو گا" کے موقف پر قائم تھے۔

(تحدیث نعمت صـ ۵۵۴)

○ ۔ یہیں پر بس نہیں، ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بارہ میں شہاب صاحب دور کی کوڑی لائے ہیں۔ اس وقت شہاب صاحب پاکستان سے دور، ہالینڈ میں سفیر کے طور پر کام کر رہے تھے۔ فرماتے ہیں:۔

"کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ جنگ قادیانیوں کی سازش کا نتیجہ ہے۔ اس لئے فوج کے ایک نہایت قابل قادیانی افسر میجر جنرل اختر حسین ملک نے مقبوضہ کشمیر پر تسلط قائم کرنے کے لئے ایک پلان تیار کیا جس کا کوڈ نام "جبرالٹر" تھا۔ صاحبان اقتدار کے کئی افراد نے ان کی مدد کی۔ ان میں مسٹر ایم ایم احمد سرفہرست بتائے جاتے ہیں جو خود قادیانی تھے اور عہدے میں بھی پلاننگ کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین ہونے کے حیثیت سے صدر ایوب کے نہایت قریب تھے۔ جنرل اختر ملک نے اپنے پلان کے مطابق کاروائی شروع کی"۔

(صـ ۹۳۰، ۹۳۱)

اس پیراگراف کی بنیاد بھی "خیال" پر ہے اور شہاب صاحب نے اپنے بغض کو "کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے" کے نقاب میں چھپا لیا ہے۔ کوئی صحیح الفکر آدمی یہ باور کرنے کو تیار نہیں ہو سکتا کہ جنرل اختر ملک نے مقبوضہ کشمیر پر تسلط قائم کرنے کے لئے از خود پلان تیار کیا ہو گا۔ اور اس میں ایم ایم احمد کی تائید بھی انہیں ضرور حاصل ہو گی! شہاب صاحب نہایت پرانے اور تجربہ کار بیورو کریٹ ہیں انہیں یہ بات لکھتے ہوئے اتنا بھی خیال نہ آیا کہ فوج اور فوج کی جنگی مہمات پر کسی ایک شخص کا تصرف یا اختیار نہیں ہوتا۔ کوئی ایک "میجر جنرل" ساری فوج کو نظر انداز کر کے کوئی پروگرام وضع کر سکتا ہے نہ اس پر عمل درآمد کیا کرتا ہے۔ شہاب صاحب کس کو کیا بتانے کی کوشش کر رہے ہیں؟

اپریشن جبرالٹر کے بارہ میں سچ بھی ان کے قلم سے بے اختیاری میں نکل گیا ہے کہ جب اختر ملک اکھنور فتح کرنے کے قریب ہی تھے کہ فوج میں جنرل موسیٰ سمیت کئی اور جرنیل بھی تشویش میں پڑ گئے کہ اگر اختر ملک کی مہم کامیاب ہو گئی تو وہ ایک فوجی ہیرو کی حیثیت سے ابھریں گے۔ صدر ایوب سمیت غالباً باقی بہت سے فوجی اور غیر فوجی صاحبان اقتدار یہ نہیں چاہتے تھے کہ میجر جنرل اختر ملک اس جنگ کے ہیرو بن کر ابھریں اور فوج کے اگلے کمانڈر انچیف کے عہدہ کے حقدار بن سکیں"۔

(صـ ۹۳۱)

○ ۔ سیٹو یعنی (South East Asia Treaty Organisation) میں ایک فوجی معاہدہ تھا جس میں پاکستان ۱۹۵۴ء میں شامل ہوا۔ چونکہ اس معاہدہ کے وقت چوہدری ظفراللہ خان صاحب پاکستان کے وزیر خارجہ تھے اور شہاب صاحب کے ذاتی خیال میں "اس میں شمولیت بھی نہ پاکستان کے لئے ضروری تھی نہ سود مند تھی" لہٰذا اس میں شمولیت کا "الزام" بھی شہاب صاحب نے چوہدری ظفراللہ خان صاحب کے سر تھوپنے کی کوشش کی ہے مگر اپنی روایتی "آڑ" بھی لی ہے کہ "اس زمانہ میں یہ افواہ بھی گرم تھی"۔ فرماتے ہیں:۔

"ستمبر ۱۹۵۴ء میں جب اس معاہدہ پر غور و خوض کرنے کے لئے متعلقہ ممالک کی کانفرنس منیلا میں منعقد ہوئی تو اس میں پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفراللہ خان کو محض آبزرور (Observer) کے طور پر بھیجا گیا تھا۔ حکومت پاکستان نے انہیں اس بات کی اجازت نہ دی تھی کہ وہ اس معاہدہ میں حکومت پاکستان کی شمولیت تسلیم کر کے آئیں۔ لیکن کسی وجہ سے چوہدری ظفراللہ خان نے خود اپنی صوابدید پر اس معاہدہ پر دستخط کر دئے تھے اور اس کی طرح کسی اور وجہ سے کانفرنس کے شرکاء نے فل پاور (Full Power) کے بغیر ان کے دستخط قبول بھی کر لئے تھے۔ اگر یہ افواہ صحیح ہے تو یہی سمجھنا چاہئے کہ ہمارے پاکستان کو زبردستی ایک ناپسندیدہ اور غیر نافع بین الاقوامی معاہدے میں ٹھونس دیا گیا تھا"

(صـ ۹۴۹)

شہاب صاحب نے "افواہ" کے سہارا لے کر اپنے غم و غصہ اور ناپسندیدگی کا سارا بوجھ چوہدری ظفراللہ خان صاحب پر ڈال دیا ہے اور بعد بزعم خود اس "افواہ" کی تصدیق یا تردید کرنے کے لئے وزارت خارجہ کے کاغذات دیکھنے کی کوشش بھی کی اور اس میں کامیاب نہ ہونے کا ذکر بھی کیا ہے

اگر شہاب صاحب اس بارہ میں اتنے ہی مخلص تھے تو کتاب کی اشاعت سے پہلے چوہدری ظفراللہ خان صاحب کی خود نوشت "تحدیث نعمت" ہی دیکھ لیتے جس میں چوہدری صاحب نے اس بارہ میں تفصیل سے لکھا ہے کہ:۔

"ستمبر ۱۹۵۴ء کے شروع میں سیٹو کا اجلاس منیلا میں ہوا۔ پاکستان کی طرف سے ورکنگ پارٹی میں آغا ہلالی صاحب اور رشید ابراہیم صاحب شامل ہوئے اور ان دونوں نے اور ان کے عملے نے بہت محنت اور تدبر سے کام لے کر کانفرنس کے شروع ہونے تک معاہدے کے مسودہ میں اکثر وہ امور شامل کر لئے گئے جن پر پاکستان کو اصرار تھا لیکن سب سے اہم بات جس پر پاکستان کو اصرار تھا شامل نہیں کی گئی تھی۔ پاکستان اس بات پر مصر تھا کہ معاہدے کے فریق ممالک میں سے کسی کے خلاف اگر کسی طرف سے بھی جارحانہ اقدام کیا جائے تو باقی فریق ممالک پر فوری ذمہ داری عائد ہو گی کہ ان میں سے ہر ایک اس ملک کی مدد کرے اور اس کے ساتھ شامل ہو کر اس جارحانہ اقدام کا مقابلہ کرے اور اسے ناکام کرے۔ معاہدہ کے مسودہ میں جارحانہ اقدام کی دو صورتیں بیان کی گئی تھیں۔ ایک ایسا جارحانہ اقدام جو کسی اشتراکی ملک کی طرف سے کیا جائے۔ دوسرا ایسا جارحانہ اقدام جو کسی اور ملک کی طرف سے کیا جائے۔ اول الذکر صورت میں تمام فریق ممالک کو ایسے جارحانہ اقدام کو روکنے اور متعلقہ ملک کے دفاع کی ذمہ داری کو فوری طور پر بغیر کسی مزید شرط کے پورا کرنا تھا۔ مؤخر الذکر صورت میں فریق ممالک کی ذمہ داری یہ تھی کہ ان کے نمائندے فوراً جمع ہوں اور صورت حال کا جائزہ لے کر باہمی مشورے سے طے کریں کہ جارحانہ اقدام کو روکنے اور متعلقہ فریق ملک کے دفاع کے لئے کیا طریق اختیار کیا جائے۔ پاکستان کا مطالبہ تھا کہ ہر قسم کے جارحانہ اقدام کو بلا تمیز اس امر کے کہ وہ اقدام کسی اشتراکی ملک کی طرف سے ہے یا کسی غیر اشتراکی ملک کی طرف سے ایک ہی درجہ دیا جائے۔ اور دیگر فریق ممالک کی ذمہ داری قرار دی جائے کہ وہ جارحانہ اقدام کی روک تھام اور متعلقہ فریق ملک کے دفاع اور حفاظت کے لئے مؤثر تدابیر عمل میں لائی جائیں۔ میں نے مسٹر جان فوسٹر ڈلس، امریکی وزیر خارجہ کے ساتھ اس بارہ میں تفصیلی گفتگو کی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے آئین کے مطابق صدر مملکت کوئی ایسا معاہدہ سینٹ (Senate) کی رضامندی کے بغیر نہیں کر سکتے۔ اشتراکی جارحانہ اقدام کے مقابلے کے لئے تو سینٹ نے صدر مملکت کو پہلے ہی اختیار دیا ہوا ہے۔ اس لئے ہم معاہدے میں یہ ذمہ داری صراحۃً لے سکتے ہیں لیکن کسی غیر اشتراکی ملک کے جارحانہ اقدام کے مقابلے کے لئے صدر مملکت کو سینٹ کی رضامندی حاصل کرنی آئینی طور پر ضروری ہے۔ اس لئے ہم معاہدے کی رو سے یہ ذمہ داری نہیں لے سکتے۔ صرف اتنی ذمہ داری لے سکتے ہیں کہ فوری طور پر باہمی مشورہ ہو کہ صورت پیش آمدہ کے مقابلے کے لئے کیا تدابیر عمل میں لائی جائیں اور پھر جو عمل ضروری سمجھا جائے اس کے لئے سینٹ کی رضامندی حاصل کی جائے۔ میں نے کہا پاکستان کی حکومت کی رائے میں یہ صورت

باقی صفحہ نمبر ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں

SUPPLIERS OF ALL CROCKERY, CUTLERY AND DISPOSABLE CROCKERY FOR WEDDINGS, PARTIES AND OTHER SOCIAL FUNCTIONS
ABBA
CATERING SUPPLIES
081 574 8275 / 843 9797
1A Greenford Avenue,
Southall, Middx UB1 2AA